قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر

طلوع اسلام

اکتوبر
1998ء

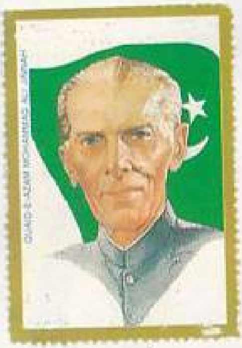

علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ
کا
پاکستان

قائداعظمؒ نے فرمایا

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ابھی پاکستان کا آئین مرتب کرنا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس آئین کی آخری شکل کیا ہو گی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اسلام کے بنیادی اصولوں کا آئینہ دار جمہوری انداز کا ہو گا۔ اسلام کے یہ اصول آج بھی اسی طرح عملی زندگی پر منطبق ہو سکتے ہیں جس طرح وہ تیرہ سو سال پہلے ہو سکتے تھے۔ اسلام نے ہمیں وحدت انسانیت اور ہر ایک کے ساتھ عدل و دیانت کی تعلیم دی ہے۔ آئین پاکستان کے مرتب کرنے کے سلسلہ میں جو ذمہ داریاں اور فرائض ہم پر عائد ہوتے ہیں ان کا ہم پورا پورا احساس رکھتے ہیں۔ کچھ بھی ہو، یہ امر مسلمہ ہے کہ پاکستان میں کسی صورت میں بھی تھیاکریسی رائج نہیں ہو گی جس میں حکومت مذہبی پیشواؤں کے ہاتھ میں دے دی جاتی ہے کہ وہ (بزعم خویش) خدائی مشن کو پورا کریں۔

اہل امریکہ کے نام براڈ کاسٹ، فروری 1948ء تقاریر بحیثیت گورنر جنرل، ص 65

کامل مومن وہ ہے جو خوش اخلاق اور گھر والوں سے نرم سلوک کرنے والا ہو۔ (ترمذی)

A perfect believer is that who is nice in behaviour and kind to his family members. (Tirmizi)

SHAHAB

QUALITY PISTON RINGS

THE ONLY MANUFACTURERS OF INTERNATIONAL QUALITY PISTON RINGS IN PAKISTAN.

MINIMIZE WEAR
RESTORE COMPRESSION
GET MORE POWER
CONTROL OIL

CALL US FOR THE EXCELLENT RECONDITIONING OF AUTOMOBILE ENGINES OF ALL KINDS.

M. SHAH MOHAMMAD & SONS (PVT.) LTD.
OUTSIDE PAK GATE, MULTAN, PAKISTAN
PHONE OFFICES: 545071, 43671, 539071-73
FACTORY 550171

قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر

طلوع اسلام

25-B گلبرگ 2 طلوع اسلام روڈ لاہور 54660

Phone: 5714546/5753666/5764484

[illegible] ایاز حسین انصاری
[illegible] محمد لطیف چوہدری

اکتوبر 1998ء

[illegible] عطاء الرحمن ارائیں
[illegible] مرزا زمرد بیگ

ایڈیٹر

محمد لطیف چوہدری

مدیر معاون: سلیم اختر
مجلس مشاورت: عبداللہ ثانی۔ ڈاکٹر صلاح الدین اکبر۔ بشیر احمد عابد

[illegible]

پاکستان میں	۱۷۰/۰	روپے
یورپ اور مڈل ایسٹ	۶۰۰/۰	روپے
امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا	۸۰۰/۰	روپے

[illegible]

اکاؤنٹ نمبر: ۳۰۸۲۰۷ نیشنل بینک
مین مارکیٹ گلبرگ۔ لاہور

[illegible]

صفحات	ایک بار	سال بھر کے لئے
باہر ٹائیٹل	۸۰۰/۰ روپے	۶۰۰۰/۰ روپے
اندر ٹائیٹل	۶۰۰/۰ روپے	۵۰۰۰/۰ روپے
اندر کے صفحات	۵۰۰/۰ روپے	۴۰۰۰/۰ روپے
نصف صفحہ	۳۰۰/۰ روپے	۲۰۰۰/۰ روپے

مذکورہ شرح ایک رنگ کے اشتہار کے لئے ہے۔
اُجرت اشتہار مسودہ کے ہمراہ ارسال کریں۔

روپے ۱۵

مقام اشاعت: 25 بی گلبرگ 2۔ لاہور
پرنٹر: خالد منصور نسیم۔ پریس: پیس پرنٹرز A-32-13 ریٹی گن روڈ۔ لاہور
EMAIL: tolueislam.pol.com.pk WEB> http://www.toluislam.com

October 1998

CONTENTS

لمعات	ادارہ	4
شریعت بل	ایاز حسین انصاری	12
لمحہ فکریہ	محمد لطیف چوہدری	20
ہاتھ کا میل	ڈاکٹر شبیر احمد (فلوریڈا)	24
نفاذ اسلام	بشیر احمد عابد (کویت)	28
کھلا خط بنام وزیر اعظم	ضیاء اللہ	35
چیونٹی اور سلیمانؑ	عصمت ابو سلیم	41
رسولی تبلیغ	حافظ سید محبؒ الحق	49
Apeal To The P.M. Of Pakistan	Ubed-ur-Rahman Arain	61
Death of Jesus	A.S.K. Joomal	64

YOUR TIMELY SUBSCRIPTION WILL KEEP ALIVE THE SOURCE OF DISSEMINATION OF QURANIC,KNOWLEDGE

اہم باتیں

1 کنونشن 1998-31 اکتوبر سے 2 نومبر تک تین دن کے لئے ہو گی۔

2 سیمینار بعنوان اقبال اور قرآن - یکم نومبر 98 کو ایوان اقبال' ڈیوس روڈ' لاہور میں ہو گا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

3 مندوبین اور ان کے ہمراہ آنے والے مہمانوں کے لئے رہائش کا بندوبست ڈان ماڈل ہائی سکول' قرآنک ریسرچ سنٹر' لب نہر' جوہر ٹاؤن میں کیا گیا ہے۔

رہائش صرف اراکین بزم اور ان کے ہمراہ تشریف لانے والے مہمانوں کو فراہم کی جائیگی۔ 30 اکتوبر کو آنے والے حضرات ادارہ تشریف لائیں جبکہ 31 اکتوبر کو پہنچنے والے احباب سیدھے جوہر ٹاؤن پہنچیں۔ مغرب کی طرف سے آنے والے حضرات ریلوے سٹیشن اور مشرق کی طرف سے آنے والے ٹھوکر نیاز بیگ اتریں۔ 77 نمبر ویگن انہیں "سوا (راجباہ) ہمساہی سٹاپ" پہنچا دیگی۔ صرف سیمینار میں حصہ لینے والے احباب یکم نومبر 98ء کو صبح 8 بجے ایوان اقبال تشریف لائیں۔

4 سیمینار کے لئے دعوت عام ہے' علامہ اقبالؒ کی پیش کردہ قرآنی فکر سے دلچسپی رکھنے والا ہر شخص اس میں شرکت کر سکتا ہے۔ اپنی قریبی بزم یا ادارہ کو براہ راست خط لکھ کر یا فون کر کے "ایوان اقبال" میں اپنی نشست البتہ محفوظ کروا لیں۔ دعوت نامہ اطلاع دینے والے حضرات کو ایوان اقبال کے صدر دروازے پر بھی فراہم کر دیا جائیگا۔

چیئرمین ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

ا- نفاذ اسلام

قرآن و سنت

الحمد للہ کہ قرآن و سنت کی بالادستی کی صدا ایوان نمائندگان میں پھر سے سنائی دی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ پرچہ پریس میں جانے تک صورت حال کیا ہو گی تاہم بل زیر بحث کے مندرجات کے حوالہ سے ہم قرآن و سنت کی بالادستی کی بھرپور انداز میں تائید کرتے ہوئے ان موانعات کا اعادہ ضروری سمجھتے ہیں جو اس سے پہلے بھی اس راہ میں حائل رہی ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔

1956ء کے آئین کے حوالہ سے علامہ غلام احمد پرویزؒ کا یہ بیان ریکارڈ پر موجود ہے جو طلوع اسلام بابت فروری 1956ء میں شائع ہوا تھا۔

"کسی معاشرہ کے مستقبل کا مدار ہی اس پر ہوتا ہے کہ اس میں قوانین کس قسم کے رائج ہوتے ہیں۔ اور نازک ترین اس لئے کہ بدقسمتی سے ملک میں ایسی فضا پیدا کر دی گئی ہے کہ اس قسم کے مسائل کو جذبات سے الگ ہٹ کر سوچا ہی نہ جائے۔ طلوع اسلام نے اس خالص دینی اور علمی سوال کو اٹھایا تھا کہ ہمیں متعین کرنا چاہئے کہ سنت رسول اللہ ﷺ کہتے کسے ہیں؟ ہمارے ارباب شریعت کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب کسی کے پاس کسی معقول بات کا کوئی جواب نہ ہو تو وہ کیا کیا کرتا ہے؟ وہ گالیوں پر اتر آیا کرتا ہے۔ چونکہ مولوی صاحبان کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا اس لئے وہ بھی گالیوں پر اتر آئے۔ اور طلوع اسلام کو منکر سنت، منکر شان رسالت، ملحد، بے دین، مرتد اور نہ معلوم کیا کیا کہہ ڈالا۔ ہم (ان تمام گالیوں کے باوجود) اسے پھر دہراتے ہیں کہ جب تک آپ اسے متعین نہ کر لیں کہ سنت کہتے کسے ہیں اور اس کا مقام کیا ہے اس وقت تک دستور کی یہ اہم ترین اور بنیادی شق کبھی قابل عمل نہیں ہو سکے گی۔

بعض باتیں بڑی تعجب انگیز ہوتی ہیں۔ جب آپ سے کوئی پوچھے کہ سنت رسول اللہ ﷺ کسے کہتے ہیں تو یہ سوال آپ کو بڑا تعجب انگیز نظر آئے گا۔ آپ کہہ دیں گے کہ سنت رسول اللہ ﷺ حضور نبی اکرم ﷺ کے طریقہ زندگی کو کہتے ہیں۔ یہ جواب عمومی اور نظری طور پر تو صحیح ہے، لیکن جب آپ یہ کہیں کہ ملک کا کوئی قانون قرآن اور سنت کے خلاف نہیں بنے گا اور موجودہ قوانین کو قرآن اور سنت کے مطابق بنایا جائے گا' تو اس وقت آپ کا مذکورہ صدر جواب کافی نہیں ہو گا۔ اس

وقت ضروری ہو گا کہ یہ متعین طور پر معلوم ہو کہ حضور کا طریقہ زندگی کیا تھا۔ وہ اب کس کتاب میں درج ہے۔ وہ کتاب' قرآن کے ساتھ' مجلس مقننہ کی سرکاری لائبریری میں مستند طور پر موجود ہونی چاہئے۔ اس کی کاپیاں تمام عدالتوں میں رہنی چاہئیں۔ تاکہ جب اور جہاں یہ سوال اٹھے کہ فلاں قانون سنت کے مطابق ہے' یا نہیں تو آپ اس کتاب کو اٹھا کر دیکھ سکیں کہ اس میں اس معاملہ کے متعلق کیا لکھا ہے۔"

ہم نے ایک عرصہ ہوا یہ سوال اٹھایا تھا اور حضرات علمائے کرام سے پوچھا تھا کہ وہ بتائیں کہ سنت رسول اللہ ﷺ کسے کہتے ہیں اور وہ کس کتاب میں ملے گی۔ اس کا جواب آج تک کسی نے نہیں دیا (البتہ گالیاں ہر ایک نے دی ہیں)۔ اگر آپ چاہیں تو اس باب میں آپ خود کوشش کر دیکھئے۔ آپ کی سہولت کی غرض سے ذیل میں ہم ایک سوال نامہ درج کرتے ہیں۔ آپ جن علمائے کرام سے مناسب سمجھیں' اس سوالنامہ کا جواب لے کر ہمیں بھیج دیں نتیجہ آپ کے سامنے آجائے گا۔

سوال نامہ

1- سنت رسول اللہ ﷺ سے مراد کیا ہے۔

2- کیا حدیث اور سنت میں کچھ فرق ہے۔ اگر فرق ہے تو کیا۔

3- کیا رسول اللہ ﷺ کی دو حیثیتیں تھیں۔ ایک ذاتی اور دوسری حیثیت رسالت۔ یا آپ نے ساری عمر جو کچھ کیا یا کہا وہ رسول اللہ ﷺ ہی کی حیثیت سے تھا۔

4- اگر رسول اللہ ﷺ کی ذات اور رسالت کی حیثیتیں الگ الگ تھیں تو کیا سنت میں صرف وہ باتیں شامل ہوں گی جو آپ نے بہ حیثیت رسول کیں یا وہ بھی جو اپنی ذاتی حیثیت سے کیں۔ مثلاً" رہنے سہنے کا طریق' کھانے پینے اور وضع قطع کا انداز وغیرہ۔

5- اگر سنت میں صرف وہی امور شامل ہیں جو حضور ﷺ نے بہ حیثیت رسول کئے تھے تو کیا یہ تفریق کہیں پہلے سے موجود ہے کہ" آپ نے فلاں بات بہ حیثیت رسول کی تھی اور فلاں بات ذاتی حیثیت سے۔

6- اگر سوال نمبر 5 کا جواب نفی میں ہو تو اب اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ آپ نے کون سی بات بہ حیثیت رسول کی تھی اور کونسی ذاتی حیثیت سے۔

7- جن امور کو آپ رسول اللہ ﷺ کی سنت قرار دیتے ہیں۔

(الف) وہ کس کتاب میں درج ہیں۔

(ب) کیا اس کتاب کو خود رسول اللہ ﷺ یا آپ کے خلفائے راشدینؓ میں سے کسی نے مرتب کیا تھا۔

(ج) اگر (ب) کا جواب نفی میں ہو تو اسے کس نے مرتب کیا تھا اور کب۔

(د) کیا اس کتاب میں جو کچھ درج ہے وہ ایسا ہے کہ اسے (آیات قرآنی کی طرح) من و عن تسلیم کر لیا جائے یا اس میں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن پر تنقید کی جا سکتی ہے۔

(ہ) اس کی تفریق کس طرح کی جائے گی کہ اس میں کونسی بات من و عن تسلیم کرنے کے قابل ہے اور کونسی ایسی ہے جس پر تنقید کی جاسکتی ہے۔

(و) تنقید کرنے کا حق کسے حاصل ہے۔

8- پیرا (7- الف) میں جس کتاب کا نام آپ نے لکھا ہے کیا اسے مسلمانوں کے سب فرقے تسلیم کرتے ہیں۔ یا ایسے فرقے بھی ہیں جن کے نزدیک وہ مستند قرار نہیں پاتی۔

9- جن امور کو آپ سنت رسول اللہ ﷺ سمجھتے ہیں کیا ان میں ایسے امور بھی ہیں جنہیں اور لوگ جو سنت رسول اللہ ﷺ کے قائل ہیں، صحیح تسلیم نہیں کرتے۔

10- اگر پیرا (9) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ آپ دونوں میں سے کس کی بات صحیح ہے۔

11- جس بات کو آپ سنت رسول اللہ ﷺ سمجھتے ہیں اگر کوئی شخص اس کے خلاف کسی بات کو سنت رسول اللہ ﷺ سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہو تو آپ کے نزدیک وہ شخص متبع سنت ہوگا یا نہیں۔

12- جس بات کو آپ سنت رسول اللہ ﷺ سمجھتے ہیں۔ کیا آپ کے نزدیک کسی کو انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے اس کا حق حاصل ہے کہ اس میں کسی قسم کا رد و بدل کر سکے۔

سنت کے متعلق طلوع اسلام کا جو نظریہ ہے اس سے قارئین اچھی طرح واقف ہیں اس لئے اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ آپ دیکھئے گا کہ مختلف تجربے کرنے کے بعد، امت کو ایک دن اسی نظریہ کی طرف آنا پڑے گا اس لئے کہ وہی نظریہ خدا اور رسول ﷺ کے منشاء کے مطابق ہے۔ وہی خلافت راشدہ کے زمانہ میں امت کا مسلک رہا ہے اور اسی سے ہم حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے زمانے کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ اس نظریہ سے ہمارے ارباب حل و عقد کا کثیر طبقہ اب بھی متفق ہے لیکن (جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے) وہ رجعت پسندانہ عنصر کے پروپیگنڈہ سے اس قدر مرعوب ہو چکے ہیں کہ اسے پیش کرنے کی جرات نہیں کرپاتے۔ اس سے ہمیں خدشہ یہ ہے کہ ملک کا نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ، اس رجعت پسندانہ مسلک سے تنگ آکر خود دین ہی سے برگشتہ اور (جیسا کہ اب بھی کہیں کہیں سے آوازیں اٹھتی ہیں) پاکستان میں "خالص دنیاوی" (Secular) انداز کی حکومت قائم کرنے کے درپے نہ ہو جائے۔ یہ بڑا تباہ کن فیصلہ ہوگا لیکن اگر ہم نے ارباب شریعت کو اسی طرح آگے بڑھنے دیا جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے تو ایسا ہو کر رہے گا۔

فرقہ پرستی

کتاب و سنت کے ضمن میں سب سے زیادہ افسوسناک، درد انگیز اور تباہ کن شق وہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جہاں تک شخصی قوانین (Personal Law) کا تعلق ہے، "قرآن و سنت" کا مفہوم وہ لیا جائے گا جو اس فرقہ کے نزدیک قابل قبول ہو جس سے وہ خود متعلق ہے۔

یہ شق 1973ء کے دستور میں داخل کر دی گئی تھی۔ اور اب زیر نظر مسودہ میں بھی موجود ہے۔

طلوع اسلام میں اس یکسر غیر قرآنی (بلکہ خلاف قرآن) شق کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے جسے تفصیلاً دہرانے کی ضرورت نہیں۔ مختصراً یہ سمجھئے کہ قرآن کی رو سے 'شخصی اور غیر شخصی معاملات کی تفریق ہی غلط ہے' وہ انفرادی اور اجتماعی' شخصی اور غیر شخصی' ہر قسم کے معاملات زندگی کے لئے ضابطہ حیات ہے اور اس کی تنفیذ و تعبیر کے لئے جو طریق غیر شخصی معاملات کے لئے ہے وہی شخصی معاملات کے لئے ہے۔ یہ تفریق اس زمانہ میں پیدا ہوئی تھی جب ہمارے دور ملوکیت میں اجتماعی (سیاسی) معاملات حکومت نے اپنے ہاتھ میں لے لئے اور غیر سیاسی امور ارباب شریعت کے سپرد کر دیئے۔ مذہب و سیاست کی یہ غیر قرآنی ثنویت انگریزوں کی محکومی کے زمانہ تک قائم رہی۔ اس لئے حکومت سیاسی قوانین خود وضع کرتی تھی اور مذہبی آزادی کا دائرہ شخصی قوانین تک محدود تھا۔ لیکن کس قدر عبرت اور تاسف کا مقام ہے کہ ہم اس ثنویت کو اپنے اسلامی نظام کا جزو قرار دے رہے ہیں۔ مولوی صاحبان کی سمجھ میں تو یہ بات آ نہیں سکتی۔ (اور ان میں سے جن کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے' ان کی ذاتی مفاد پرستیاں انہیں اعتراف حقیقت کی اجازت نہیں دیتیں) لیکن ہم حیران ہیں کہ ہمارا ارباب بست و کشاد کا طبقہ بھی اسی ثنویت کی رو میں بہے چلا جا رہا ہے۔

دوسری چیز' مختلف فرقوں کا وجود ہے۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ قرآن کی رو سے' فرقہ بندی شرک ہے۔ پھر سن لیجئے کہ قرآن نے بہ نص صریح' فرقہ سازوں کو مشرک قرار دیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے کہ **ولا تکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا۔** (30:32) "مسلمانو! دیکھنا تم مشرک نہ بن جانا۔ یعنی ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے دین میں فرقے پیدا کر لئے اور خود بھی ایک گروہ بن گئے"۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے واضح الفاظ میں کہتا ہے کہ **ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شئی** (6:107) "جن لوگوں نے اپنے دین میں فرقے پیدا کر لئے اور خود بھی ایک گروہ بن گئے' تیرا ان سے کوئی واسطہ نہیں"۔ یہ ہے قرآن کی رو سے فرقہ سازی کی حیثیت۔ آپ غور کیجئے کہ آپ ایک اسلامی آئین مرتب کر رہے ہیں اور اس میں فرقوں کے وجود کو قانونی سند عطا فرما رہے ہیں! کیا اس قسم کے آئین کو اسلام سے کچھ بھی واسطہ ہو سکتا ہے؟

نہیں! آپ اتنا ہی نہیں کر رہے کہ فرقوں کے وجود کو قانونی سند عطا کر رہے ہیں۔ آپ اس سے بڑھ کر کچھ اور بھی کر رہے ہیں۔ اس وقت ملک میں ایسے لوگ موجود ہیں جو قرآنی حقیقت کو اپنے سامنے بے نقاب دیکھ کر' اپنے آپ کو صرف مسلمان سمجھتے اور مسلمان کہتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو کسی فرقے سے متعلق نہیں رکھتے۔ وہ اس قسم کے تعلق کو ازروئے قرآن شرک سمجھتے ہیں۔ اب فرض کیجئے کہ اس قسم کے کسی مسلمان کا کوئی شخصی معاملہ کسی عدالت کے سامنے آیا۔ اس عدالت کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ اس معاملہ کا فیصلہ اس تعبیر کے مطابق کرے جو اس فرقہ کے نزدیک قابل قبول ہے جس سے یہ شخص متعلق ہے۔ اس کے لئے عدالت اس سے دریافت کرے گی کہ وہ کس فرقہ سے متعلق ہے۔ وہ کہے گا کہ میں کسی فرقہ سے متعلق نہیں۔ میں صرف مسلمان ہوں۔ اس "

مسلمان" کے مقدمہ کے فیصلے کے لئے عدالت کے پاس کوئی قانون ہی نہیں ہو گا۔ اس صورت میں اس کے لئے اس کے سوا اور چارہ کار کیا ہو گا کہ وہ یا تو اپنے دعوے سے دستبردار ہو جائے اور یا اپنے آپ کو کسی فرقے سے متعلق کہہ کر مسلم سے پھر مشرک بنے۔ سوچئے کہ یہ اسلامی آئین آپ کو کدھر لئے جا رہا ہے؟ کہا جائیگا کہ جب یہ فرقے موجود ہیں تو پھر اس کا کیا علاج؟ یہ ٹھیک ہے کہ فرقے موجود ہیں لیکن اگر ان کا وجود' قرآن کے خلاف ہے تو ایسی شکل پیدا کرنی چاہئے جس سے یہ رفتہ رفتہ مٹ جائیں نہ ایسی شکل جس سے یہ بندھن اور بھی زیادہ مضبوط ہو جائے۔ اگر کسی مریض کے جسم میں تپ دق کے جراثیم موجود ہوں تو معالج کا کام انہیں تلف کرنا ہو گا نہ کہ ایسی ادویات دینا جن سے ان کی پرورش ہو۔

کہہ دیا جائے گا کہ صاحب! اس مشکل کا کوئی حل ہی نہیں۔ لیکن اتنا کہنے والے ذرا سوچیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ ساری دنیا سے یہ کہتے ہیں کہ تمام نوع انسانی کی مشکلات کا حل اسلام پیش کرتا ہے' لیکن خود اپنے متعلق آپ کا اعلان یہ ہے کہ ہماری مشکل کا حل اسلام بھی پیش نہیں کر سکتا۔ غور کیجئے کہ اس کے بعد دنیا آپ کے اس دعوے کے متعلق کیا کہے گی کہ اسلام تمام انسانوں کی مشکلات کا واحد اور مکمل حل پیش کرتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اسلام میں تو اس مشکل کا حل موجود ہے (اور اسلام سے ہماری مراد ہے وہ دین جسے اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کے لئے تجویز کیا تھا اور جو اس کی کتاب میں ابدی طور پر محفوظ ہے۔ نہ کہ انسانوں کا خود ساختہ (اسلام)۔ لیکن ہم اس کا حل چاہتے ہی نہیں۔ مولوی صاحبان اس کا حل نہیں چاہتے کہ فرقے مٹ جانے سے خود ان کا وجود مٹ جاتا ہے۔ اور "مسٹر" اس کا حل نہیں چاہتا کہ اس سے مولوی خفا ہو جاتا ہے۔ آپ ان حضرات سے تنہائی میں بات کر کے دیکھئے۔ ان میں سے ہر ایک مولوی پر تبرا بھیجے گا اور فرقہ پرستی کو لعنت قرار دے گا لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی بھی تاکید کر دے گا کہ "اس بات کو باہر جا کر نہ کہئے گا۔ کون دشمنی مول لے۔"

"آئین پاکستان کی حالیہ ترمیم کی رو سے' ہر فرقہ اس کا مجاز ہے کہ پرسنل لاز کی تعبیر اپنی اپنی فقہ کے مطابق کر لے۔ کیا مذہبی فرقوں کی ایسی فہرست دی گئی ہے جسے اس مقصد کے لئے قانون تسلیم کرتا ہو! اگر نہیں تو پھر یہ کیسے طے ہو گا کہ یہ فرقہ کون سا ہے اور اس کی فقہ کونسی؟"

2- جمعیت نام تھا جس کا ----

ہمارے ہاں صبح و شام دن رات موقع بے موقع منبر و محراب سے' سیاسی بیانوں میں' دانشوروں کے محافل میں اکثر یہ فقرہ دہرایا جاتا ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور کسی کو بھی اس سے اختلاف نہیں ہوتا' کوئی بھی اس پہ اعتراض نہیں کرتا' نہ کوئی اس کی وضاحت کرتا ہے نہ کوئی اس کی وضاحت مانگتا ہے۔ بس بات کی جاتی ہے اور بات آئی گئی ہو جاتی ہے۔ کوئی پوچھ بیٹھے تو بس اسی پر زور دیا جاتا ہے کہ ہاں زندگی کے ہر شعبے میں اسلام ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

درست ہے کہ اصولی بیان ہو گیا مگر اسی سے مسئلہ حل ہو جاتا تو پاکستان ہی نہیں سارے عالم اسلام میں یہ خلفشار کیوں ہوتا' اول تو عالم اسلام کو اتنی فرصت ہی نہیں کہ یہ سوال اٹھائے یا اس کا جواب دے' وہ جسے امت مسلمہ کہتے ہیں جغرافیے کی حد تک تو ہے لیکن دلوں میں کہیں اس کا وجود نہیں ۔۔۔ نقشے میں ملکوں کے نام تو نظر آتے ہیں اخوۃ کا جذبہ کہیں نظر نہیں آتا' سرحدیں ساتھ ساتھ ہیں لیکن دلوں میں فاصلے ہیں ۔۔ فلسطین کا مسئلہ روز اول سے اسی طرح چلا آ رہا ہے جیسے کشمیر کا مسئلہ ہے' عربوں نے فلسطینیوں کا مسئلہ ایک حد تک عربوں کا مسئلہ سمجھ کر اس میں دلچسپی لی مگر یہ دلچسپی آزادی کے لئے لڑنے والی تنظیموں کی مالی امداد اور لٹے پٹے لوگوں کے لئے کیمپوں کی پناہ گاہیں مہیا کرنے تک محدود رہی' اور جب کبھی ان کی حکومتوں پہ دباؤ پڑا انہوں نے انہی بے خانماں لوگوں پہ توپوں کے منہ کھول دیئے۔

حوالے دینے کی ضرورت نہیں کہ ایک دنیا واقف ہے کہ تنظیم آزادی فلسطین کبھی اردن سے نکالی گئی' کبھی اس نے شام میں پناہ لی' کبھی لیبیا میں' کبھی تیونس میں' عراق کا ساتھ دینے کی پاداش میں سعودی اور کویتی امداد سے محروم ہوئی' ۔۔ سیاسی سہارا دینے والے خود بے سہارا ہو گئے اور آخر کار ایک نیا کیمپ ڈیوڈ منعقد کیا گیا۔

کشمیر کو کبھی عالم اسلام نے اخوت کا مسئلہ ہی نہیں بنایا' ان کی اپنی سیاسی مصلحتیں آڑے آ جاتی ہیں ۔۔ انہوں نے اسے پاکستان اور بھارت کے درمیان شاید ایک علاقائی تنازعہ سمجھ رکھا ہے' ہماری سفارتی ناکامی اپنی جگہ مگر اسلام کے نام لیواؤں کو یہ بھی سمجھانا پڑے گا' یاد دلانا پڑے گا

ان المؤمنون اخوۃ

سے کیا مراد ہے۔ جبلپور' بمبئی' پونا' دلی اور کشمیر کی کہانی ہندو مسلم فسادوں کی نہیں' ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت مسلم کشی کی مہم ہے' بابری مسجد اور حضرت بل اس مہم کی مظہر دو مثالیں ہیں ۔۔۔ اور قرآن کا خدا بہانگ دہل انہیں پکار رہا ہے کہ

اے مومنین تمہیں کیا ہو گیا ہے' تم سنتے نہیں کہ ان بستیوں کے مظلوم ہمیں پکار رہے ہیں' تم ان کی مدد کے لئے کیوں آگے نہیں بڑھتے۔

اسلامی کانفرنس کے اجلاس ہوتے ہیں' ریزولیوشن پاس ہوتے ہیں' غم و غصے کا اظہار کیا جاتا ہے' لاکھوں روپے ان کانفرنسوں کے انعقاد پر خرچ کر کے محض کاغذی احتجاج تک پہنچ پاتے ہیں' اپیل پھر انہی کو کرتے ہیں جن کی بے حسی یا پرکاری ہماری بے بسی کا باعث ہے۔

ایک بار عالم اسلام کے ایک حصے نے تیل کا ہتھیار استعمال کیا تھا (اور ایوان ہائے مغرب میں کھلبلی مچ گئی تھی)۔ اب عالم اسلام اس قابل بھی نہیں رہا۔ اس لئے کہ تیل کی حفاظت کے لئے انہی طاقتوں کو بلا لیا گیا ہے جن کے خلاف کبھی یہ ہتھیار استعمال ہوا تھا' مغرب کے خلاف اقتصادی بائیکاٹ کا حربہ بھی اب بس میں نہیں کہ سارا نظام اقتصادی غیروں کے ہاتھ میں ہے ۔۔۔

ہاں بھارت کے خلاف ابھی یہ ہتھیار کار آمد ہو سکتا ہے' شرق اوسط بھارت سے مال کی درآمد بند کرنے کا

متحمل ہو سکتا ہے مگر بھارت ان ممالک کی طرف سے اقتصادی عدم تعاون کا متحمل نہیں ہو سکتا' اگر سارا عالم اسلام' شرق اوسط' افریقی اسلامی ممالک اور ایران' بھارت کو تیل کی ترسیل بند کر دے' ان ممالک میں کام کرنے والوں کو وہاں سے واپس بھیجنے کا الٹی میٹم دے دے۔۔۔ تو عالم اسلام کا کچھ نہیں بگڑے گا' بھارت کی اقتصادی کشتی ڈانواں ڈول ضرور ہو جائے گی مگر کیا ایسا ممکن ہے؟ شاید نہیں کیونکہ ان کے ہوٹلوں کی' بازاروں کی ساری رونقیں انہی کے دم سے ہیں' انہیں شاید یہ رونقیں بابری مسجد' حضرت بل اور بے گناہ مسلمانوں کے خون سے زیادہ پیاری ہیں۔۔۔

ہمارے علماء حضرات تبلیغی دوروں پہ مغربی ممالک کے بہت شوقین ہیں' کیوں نہ منہ کا مزہ بدلنے کے لئے' وہ ان ممالک کا اس نیت سے دورہ کریں کہ ان ممالک کے ارباب اقتدار اور ارباب دانش و بینش کو قرآن کریم کے ارشادات کی یقین دہانی کرائیں اور انہیں بھارت کے اقتصادی بائیکاٹ پر آمادہ کریں۔ لیکن وہ ایسا کبھی نہ کریں گے کیونکہ ان کے لئے ہوم گراؤنڈ پہ کھیلنے کے لئے بہت سے میدان کھلے ہیں۔ اور کچھ نہیں' تو عورت کی سربراہی کا مسئلہ ہے' عورتوں کے حقوق کا شوشہ ہے' پارلیمانی اور صدارتی نظام کا معاملہ ہے' سود کا معاملہ ہے' ہاتھ کاٹنے کا' پتھر مارنے کی سزاؤں کے رائج کرنے کا مرحلہ ہے۔۔

کیوں نہیں ملک کی سب سے بڑی عدالت سے ان معاملات پہ ایک ہی بار فیصلہ لے لیا جاتا' ایک دفعہ ایسا ہو جائے تو اخبارات کے صفحے بھی ان کے بیانات سے نجات پائیں' یہ کوڑا تو ان کے ہاتھ سے چھٹے جس سے وہ ہر حکومت کو ادھیڑنے پہ تلے رہتے ہیں'

ایک بار فیصلہ لے لیں۔۔۔۔

مگر وہ جو خود کو سب سے بڑی فیصلہ کن اتھارٹی سمجھتے ہیں کیوں کسی کی طرف رجوع کریں گے' وہ بے دھڑک فیصلہ دیں گے اور اپنی فقہ کے مطابق فیصلہ دیں گے اور مخالف فقہ والے اس فیصلے کو ماننے کے لئے کبھی تیار نہ ہوں گے۔ اور یہ اختلاف اور فساد جاری رہے گا۔

ہم ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی قابلیتیں اور توانائیاں بہتر اور زیادہ تعمیری کاموں پہ صرف کریں اور فرصت کے اوقات میں قرآن پاک پہ غور و فکر کریں' یہاں سے ان کو اپنے ہر سوال کا جواب مل جائے گا۔ شرط صرف اتنی ہے کہ وہ اس کی طرف اپنے دلوں کو صاف کر کے' اپنے دماغوں سے سارے بتوں کو نکال کر رہنمائی کے لئے دیکھیں' کعبے سے بھی سارے بت نکالے گئے تھے' پھر وہاں وحدہ' لاشریک کی آواز گونجی تھی' سورج ساری دنیا کو روشنی دیتا ہے مگر جو جان بوجھ کر آنکھیں بند رکھیں ان کے لئے دن اور رات برابر ہیں۔

شاید انہی رجحانات کو دیکھتے ہوئے شاعر مشرق یہ کہنے پہ مجبور ہوئے تھے۔ ۔

مکتب و ملا و اسرار کتاب
کور مادر زاد و نورے آفتاب

شریعت کسے کہتے ہیں؟

قرآن کا اسلوب ہدایت یہ ہے کہ اس نے (بجز چند مستثنیات) اسلامی نظام کے لئے صرف اصول متعین کئے ہیں ان کی جزئیات متعین نہیں کیں۔ اس لئے اس کے اصول، محکم اساس پر مبنی ہیں جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ لیکن ان اصولوں کی جزئیات مختلف حالات کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ ان بدلنے والی جزئیات کو عام اصطلاح میں شریعت کہا جاتا ہے۔ شریعت کسی جامد یا غیر متبدل مجموعہ قوانین کا نام نہیں بلکہ ہر وہ مجموعہ قوانین (یعنی قرآنی اصولوں کے تابع مدون کردہ جزئیات) جو کسی ایک زمانے کی قرآنی حکومت اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق مدون کرتی ہے۔ یعنی سابقہ دور کی شریعت' بعد کے دور کی اسلامی حکومت کے لئے بطور نظائر (Precedents) کام دے گی۔ قرآن کے ابدی اصولوں کی روشنی میں سب سے پہلی حکومت رسول اللہ ﷺ نے قائم کی اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفائے حقہؓ نے۔ اس اسلامی حکومت نے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآنی اصولوں کی جزئیات خود متعین کیں۔ اگر یہ سلسلہ خلافت اسی طرح قائم رہتا تو ہر دور کے تقاضوں کے مطابق تدوین شریعت کا یہ سلسلہ قائم رہتا' لیکن وہ دور جلد ختم ہو گیا اور اس کے بعد مسلمانوں میں ملوکیت آ گئی۔ جس میں رفتہ رفتہ امور دنیاوی کو حکومت نے اپنے ذمہ لے لیا اور "مذہبی امور" کو ارباب مذہب' کے سپرد کر دیا۔ ان حکومتوں نے بھی اپنی ضروریات کے لئے قوانین مرتب کرائے اور یہ قوانین اس وقت کے لئے شریعت اسلامی قرار پائے۔ لیکن دین کو دنیا سے الگ کر دینے سے نظام اسلامی کی اصل میں خرابی آ گئی اور ایسے قوانین بھی مرتب ہونے شروع ہو گئے جو قرآن کی واضح تعلیم کے خلاف تھے۔ اب مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ جہاں جہاں ان کی اپنی حکومتیں ہیں وہ امور سلطنت سے متعلق اپنی منشاء کے مطابق قوانین مرتب کرتی ہیں لیکن "امور مذہب" سے متعلق (جسے Personal Laws کہا جاتا ہے) **مفتیوں** سے فتوے لے لئے جاتے ہیں اور جہاں ان کی اپنی حکومت نہیں' وہاں یہی فتاویٰ انفرادی طور پر صادر ہوتے رہتے ہیں۔ اگر آج ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان میں قرآنی منشاء کے مطابق شریعت کا نفاذ ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم قرآنی اصولوں کی روشنی میں اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق اپنے قوانین خود متعین کریں۔ یہی قوانین شریعت اسلامی کہلائیں گے نہ کہ وہ قوانین جو اپنے زمانے کے حالات کے مطابق کسی سابقہ اسلامی حکومت نے وضع کئے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایاز حسین انصاری۔ (کراچی)

شریعت بل

28 اگست 1998ء کو وزیراعظم نے پاکستان کے آئین میں 15 ویں ترمیم کا بل پیش کر دیا ہے جس کا مقصد بظاہر نفاذ اسلام ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ "چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اسی نے پاکستان کی ریاست کو اس کے جمہور کے توسط سے ان کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے جو اختیار و اقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق دیا ہے۔ وہ ایک مقدس امانت ہے۔۔ یہ قرین مصلحت ہے کہ اسلامی جمہوریہ کے دستور میں مزید ترمیم کی جائے۔"

یہ تصور کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات کسی دوسرے کو تفویض کر دیے ہیں اس تصور کی صدائے بازگشت ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ یہ عقیدہ قرآنی تعلیم کے یکسر خلاف ہے۔ خدا' حی و قیوم' زندہ و پائندہ' ابدی اور ازلی کائنات کا حاکم مطلق ہے۔ اس کو نہ اپنا خلیفہ (جانشین) بنانے کی ضرورت ہے' نہ اپنا اختیار و اقتدار استعمال کرنے کا حق دینے کی حاجت۔ حق حکومت کسی انسان یا انسانوں کے گروہ کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے نزدیک کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے انسانوں کو اپنا محکوم بنائے (3:78)

"خدا کا فرمان ہے کہ حق حکومت صرف خدا کو حاصل ہے ان الحکم الا للہ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی محکومی اختیار نہ کی جائے امر الا تعبدو الا ایاہ (12:40) قرآن نے کہا خدا کی حکومت' خدا کی کتاب کے ذریعے قائم ہو گی۔ جو لوگ کتاب اللہ کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے وہی کافر ہیں (5:44)' رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا کہ "ان میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرو" (5:49) یعنی یہ کتاب اللہ کی حکومت ہو گی تھیاکریسی نہیں ہو گی۔

اس ترمیم کے مطابق آئین میں آرٹیکل (B)2 کا اضافہ کیا جائے گا جس کے تحت قرآن اور سنت ملک کا اعلیٰ ترین قانون ہو گا۔ یہ مقام بہت نازک ہے اس لئے کہ مذہبی پیشوائیت نے مسلسل پراپیگنڈہ سے عوام کے جذبات کو اس قدر مشتعل کر رکھا ہے کہ اس سلسلے میں لب کشائی سے ہر ایک ڈرتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا تاکہ اس ملک میں اسلامی قوانین نافذ ہوں۔ تشکیل پاکستان کے بعد یہ مسئلہ درپیش آیا کہ اسلامی قوانین کس طرح وضع کئے جائیں۔ ہمارے علماء کرام نے مطالبہ کیا کہ آئین میں ایک شق رکھی جائے کہ مملکت کا کوئی قانون کتاب و سنت کے خلاف نہیں ہو گا۔ یہ مطالبہ ناممکن العمل ہے کیونکہ کتاب و سنت کے مطابق کوئی ایسا ضابطہ قوانین مرتب نہیں ہو سکے گا جو تمام فرقوں کے لئے قابل قبول ہو اس پر ان حضرات نے یہ کہا کہ پرسنل لاز ہر فرقے کے الگ الگ ہوں اور پبلک لاز کا مجموعہ کتاب و

سنت کے مطابق مدون کر لیا جائے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پبلک لاز اور پرسنل لاز کی یہ تفریق کیا کتاب و سنت کے مطابق ہے؟۔ نہ قرآن کریم میں کوئی تخصیص ہے اور نہ ہی عہد رسالت مابؐ اور خلافت راشدہ میں ان میں کوئی تفریق تھی۔ اس کے علاوہ کتاب و سنت کے مطابق پبلک لاز کا بھی کوئی ایسا ضابطہ مدون نہیں ہو سکے گا جسے تمام فرقے متفقہ طور پر اسلامی تسلیم کر لیں۔ جماعت اسلامی کے امیر مرحوم سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو آخر الامر اعلان کرنا پڑا کہ یہ حقیقت ہے کہ

"کتاب و سنت کی کوئی ایسی تعبیر ممکن نہیں جو پبلک لاز کے معاملے میں حنفیوں، شیعوں اور اہل حدیث کے درمیان متفق علیہ ہو" (ایشیا- 23 اگست 1970ء)

اس اعتراف کے بعد بھی یہ مطالبہ اپنی جگہ پر قائم رہا۔ لیکن آج تک نہ "سنت" کی کوئی متفق علیہ تعریف (Definition) ان کے سامنے ہے اور نہ ہی "سنت" کا کوئی ایسا مجموعہ جسے تمام فرقے متفقہ طور پر سنت رسول اللہ ﷺ تسلیم کرتے ہوں۔ موجودہ حالات میں اس سعی لاحاصل کا جو نتیجہ برآمد ہو گا اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ناممکن العمل ہے۔ معلوم نہیں یہ کھیل پھر کتاب و سنت کے نام پر کیوں کھیلا جا رہا ہے۔ جب کتاب و سنت کے مطابق کوئی متفق علیہ ضابطہ قوانین مرتب ہو ہی نہیں سکے گا تو پھر نتیجہ یہی ہو گا کہ اختلاف کی بنا پر مختلف فرقوں میں سر پھٹول جاری رہے گی۔ اگر ان حالات کو جو ملک میں رونما ہو چکے ہیں علیٰ حالہ رہنے دیا گیا اور ان قوتوں کو جو اسلام کے نام پر ملک میں انتشار پیدا کئے چلی جا رہی ہیں، اس طرح آگے بڑھنے دیا گیا تو ملک اس اندرونی خطرہ کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اگر اسے تسلیم کیا جائے کہ ایسے قوانین کا بنانا ممکن نہیں جو سب کے نزدیک مسلمہ طور قابل قبول ہوں تو پھر سوچئے کہ اقبالؒ کی طرف سے پیش کردہ پاکستان کا مطالبہ، قوم کی طرف سے اس کے حصول کے لئے جدوجہد، اس کا قیام و استحکام سب بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں اور ایک الگ مملکت کے وجود کی وجہ جواز کیا رہ جاتی ہے۔ سوچئے! اگر ہم فرقہ وارانہ اختلافات کی وجہ سے کوئی ایسا ضابطہ قوانین بھی مرتب نہ کر سکے جو تمام مسلمانوں کے نزدیک متفقہ طور پر اسلامی کہلا سکے تو دنیا ہمارے متعلق کیا رائے قائم کرے گی اور اس صورت میں ہم اسلام کی عدالت میں کتنے بڑے مجرم قرار پائیں گے؟

علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں۔

"ہم اس مسئلہ میں وہی روح برقرار رکھیں جس کا اظہار بھی حضرت عمرؓ کی ذات میں ہوا تھا۔ وہ امت کے اولین دل و دماغ ہیں جو ہر معاملے میں آزادی رائے اور تنقید سے کام لیتے تھے اور جن کی اخلاقی جرات کا یہ عالم تھا کہ حضور رسالت مآب ﷺ کی حالت نزع میں یہاں تک کہہ دیا کہ حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔"

یہ اعتراض کہ اگر قانون کی بنیاد تنہا قرآن کریم کو قرار دیا جائے تو اس سے سنت رسول اللہ ﷺ کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے تو یہ حقیقت پر مبنی نہیں۔ کیا کوئی تصور بھی کر سکتا ہے کہ جو قوانین، قرآن کریم کے مطابق ہوں وہ سنت صحیحہ کے خلاف ہو سکتے ہیں۔ قرآن کریم کو قانون کی بنیاد قرار دینے سے سنت صحیحہ کا اتباع خود بخود آجاتا ہے اور تمام مشکلات کا حل مل جاتا ہے۔

اس شق میں ایک بنیادی نقص یہ بھی ہے کہ یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ وہ کونسی اتھارٹی ہے جو فیصلہ کرے گی کہ فلاں قانون کتاب و سنت کے مطابق ہے یا متصادم۔ کوئی متفق علیہ دستاویز نہ ہونے کی صورت میں ہر مسلم باشندے کو حق ہونا چاہئے کہ وہ اختلاف کی صورت میں، کسی مجاز عدالت کے سامنے پیش ہو کر اپنا مافی الضمیر بیان کر سکے اور سپریم کورٹ ایسا فیصلہ دینے کی مجاز ہونی چاہئے۔ اس

کے بغیر یہ شق بے معنی ہی نہیں بلکہ نزاعات و اختلافات آتش فشاں پہاڑ بن کر سامنے آئیں گے اور مطلوبہ مقصد حاصل نہیں ہو سکے گا۔

ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کی فقہ الگ الگ ہے' ان کی احادیث الگ الگ ہیں اور انہی کی بنا پر وہ فرقوں میں بٹ رہے ہیں لیکن ان سب میں ایک قدر مشترک ہے وہ ہے کتاب اللہ۔ لہٰذا ان میں وحدت پیدا کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ پاکستان میں قانون کی بنیاد' اللہ کی کتاب' قرآن کریم کو قرار دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم سب کے سب مل کر اجتماعی طور پر اللہ کے اس ضابطہ حیات کو مضبوطی سے تھام لو۔

سورہ آل عمران آیت نمبر 103 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: اس نظام کے قیام سے مقصد یہ ہے کہ تم ایسی جماعت بن کر رہو (2:143,3:1-9)' جس کا فریضہ یہ ہو کہ وہ تمام نوع انسان کو قرآن کی طرف دعوت دے (22:78)۔ ان امور کو عملاً" نافذ کرے جنہیں قرآن صحیح تسلیم کرے اور ان سے روکے جو اس کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں۔ (یہی فریضہ اس وقت یہ رسول ﷺ ادا کر رہا ہے اور ایسا ہی تمہیں بھی کرنا ہو گا (7:157), (9:71), (9:112)' اس کے لئے **تمکن فی الارض**۔ اپنی آزاد مملکت کا وجود ناگزیر ہے (22:41) یہی وہ لوگ ہیں جن کی سعی و عمل کی کھیتیاں پروان چڑھتی ہیں اور جو نہایت کامیاب زندگی بسر کرتے ہیں۔

خود خدا نے واضح الفاظ میں فرما دیا۔

(1) جو لوگ' **ما انزل اللّٰہ** (کتاب اللہ) کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ (5:44)

(2) جو لوگ' **ما انزل اللّٰہ** کے مطابق حکومت نہیں کرتے وہ فاسق ہیں۔ (5:47)

(3) جو لوگ **ما انزل اللّٰہ** کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے وہ ظالم ہیں۔ (5:45)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ

"**ما انزل اللّٰہ** سے مراد کتاب اللہ (یعنی قرآن مجید) ہے۔ "اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے..... سو تم لوگوں کے فیصلے اسی **ما انزل اللّٰہ** کے مطابق کیا کرو۔ (5:48)- یہ کتاب رسول اللہ ﷺ امت کو دے گئے تھے اور اس کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ اگر تم اس کے ساتھ متمسک رہے تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ حضور ﷺ نے اپنے حجتہ الوداع کے خطبہ میں فرمایا کہ:

"میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے تھامے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ ہے کتاب اللہ۔" (حوالہ بخاری۔ باب حجتہ الوداع)

قیامت میں (ہمیں دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ کی فریاد یہ ہو گی کہ اے میرے رب! یہ ہے میری وہ قوم جس نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا (25:30)- خدا کا ارشاد ہے کہ جو کتاب خدا نے تمہاری طرف نازل کی ہے اور جو تمہارے پاس موجود ہے' کیا یہ کافی نہیں (29:51)- یاد رکھو خدا کی کتاب مکمل ہے اس میں اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور غیر متبدل بھی (6:115)- لہٰذا جو حکومت اس کتاب کے مطابق ہو گی وہ ہی اسلامی کہلائے گی۔

ہم مملکت پاکستان میں قانون سازی کا فریضہ ادا کرنے والوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ان گزارشات کا مقصد صرف یہ ہے کہ بارگاہ خداوندی میں بری الذمہ ہو سکیں کہ ہم نے پیغام خداوندی آپ حضرات تک پہنچا دیا تھا (7:62)- **ابلغکم رسالت ربی**۔ تاکہ آپ بارگاہ خداوندی میں یہ عذر نہ پیش کر سکیں کہ ہمیں ان باتوں کا علم نہ تھا (7:172)- میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ ایک وقت آئے گا کہ آپ ان باتوں کو یاد کریں گے۔ میں اپنے تمام معاملات خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اس

خدا کے سپرد، جو اپنے بندوں کے تمام احوال و کوائف سے اچھی طرح واقف ہے۔ (40:44)

یاد رکھئے پبلک کے لئے خطرہ واجپائی یا بھارت نہیں، اصل خطرہ اسلام کے اس تصور سے ہے جس سے ہر شریف آدمی خائف ہے۔ یاد رکھئے پاکستان سے محبت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکے گی جب تک ہم لوگوں کے دل سے اس خوف کو دور نہیں کریں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ لوگوں کے سامنے صحیح قرآنی اسلام لایا جائے۔ اسی اسلام کے تحت زندگی بسر کرنے سے سکون و اطمینان، مرفہ الحالی، عزت و تکریم اور آزادی حاصل ہو گی ورنہ جن تخریب پسند قوتوں نے اس وقت پراپیگنڈہ کی مشینری پر قبضہ کر رکھا ہے وہ ملک میں اسلام کے نام پر خوف و ہراس کی فضا عام کرتی چلی جائیگی۔ اس کا جو انجام ہو سکتا ہے وہ کسی دانا و بینا سے پوشیدہ نہیں۔ یہ ایسا مسئلہ نہیں جو ٹالنے سے ٹل جائے۔

لہٰذا

اسلامی مملکت کے آئین میں یہ شقیں ہونی ضروری ہیں۔

(1) حکومت خدا کی کتاب (قرآن مجید) کے احکام و اصول کے مطابق قائم کی جائے گی۔

(2) مجلس قانون ساز قرآن کریم کے متعین کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے زمانے کی ضروریات کے مطابق جزئی قوانین مدون کرنے کی مجاز ہو گی۔ مملکت میں کوئی ایسا قانون نافذ نہیں کیا جا سکے گا جو قرآن کریم کے خلاف ہو۔

15 ویں ترمیم بل آرٹیکل 2 ب کی شق نمبر (2) کے مطابق وفاقی حکومت کی ذمہ داری ہو گی کہ وہ شریعت کے نفاذ کے لئے اہتمام کرے، صلوٰۃ قائم کرے اور زکوٰۃ کا اہتمام کرے۔ اس میں شریعت، صلوٰۃ و زکوٰۃ کی اصطلاحات نہایت ہی اہم ہیں جن کو مبہم رکھا گیا ہے۔ ان اصطلاحات کی "تعریف" (Definition) نہیں بتائی گئی جس سے کئی الجھنیں پیدا ہو جائیں گی۔

شریعت: ہمارے ہاں "دین" اور "شریعت" الگ الگ معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ فقہ کے قوانین کو "شریعت" سمجھا جاتا ہے۔ فقہ کے قوانین صدیوں پہلے بعض انسانوں (فقہا) نے اس زمانے کے حالات کے مطابق مرتب کئے تھے۔ یہ قوانین غیر متبدل نہیں اور اس لئے ان قوانین کو غیر متبدل قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ ان قوانین شریعت کو وقتاً فوقتاً اسلامی مملکت نے بدلنا تھا۔ چونکہ اسلامی مملکت یا قرآنی نظام باقی نہ رہا اس لئے ان قوانین کو جامد اور غیر متبدل قرار دے دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا بدلتی گئی مگر امت ایک مقام پر کھڑی رہ گئی۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

ام لھم شرکوآء شرعو لھم من الدین مالم یاذن م بہ اللہ (42:21)۔ کیا انہوں نے خدا کے ایسے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کے لئے شریعت کے ایسے قوانین وضع کرتے ہیں جنکی کوئی سند کتاب اللہ میں نہیں مل سکتی؟۔

لہٰذا

قرآن کی رو سے تائید کتاب اللہ کے بغیر قوانین وضع کرنا شرک ہے۔ ایسے قوانین وضع کرنے والے خدا کے ہم سر اور ان پر عمل کرنے والے مشرک۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرقے پیدا ہو گئے۔ قرآن کریم فرقہ بندی کو شرک قرار دیتا ہے (30:30-31) ذرا غور کیجئے اور جواب دیجئے: رسول اللہ ﷺ کا تعلق کونسے فرقے سے تھا؟ سنی تھے یا شیعہ؟ اہل حدیث تھے یا اہل فقہ؟ انہوں نے حنفی تفسیر پیش کی تھی یا قرآن کا سنی ترجمہ۔ ان واضح حقیقتوں کے باوجود آئینی ترمیمی بل میں فرقوں کو مستحکم کر دیا گیا ہے جو ایک المیہ ہے۔

اس لئے

نہایت ضروری ہے کہ حکومت واضح اعلان کرے کہ آیا حکومت ایسی ہی کسی شریعت کا نفاذ چاہتی ہے یا اس کے

پیش نظر قرآن کا نفاذ ہے۔

"قرآن ایک مستقل شریعت ہے تاکہ ہر زمانے کے فرمان برداروں اور نافرمانوں کا امتحان ہو جایا کرے۔ البتہ توحید سب زمانوں میں یکساں رہی اور معنی اس جملے کے یہ ہیں کہ اے امت محمدیہ ﷺ تم میں سے ہر شخص کے لئے ہم نے اس کتاب قرآن کریم کو شریعت اور طریقہ بنایا ہے۔ تم سب کو اس کی اقتداء اور تابعداری کرنی چاہئے۔ پس بہتری حاصل کرنے کا ذریعہ اور طریقہ صرف قرآن کریم ہے اور بس۔ (پ 2 - 48:5 - تفسیر ابن کثیر)"

سورہ شوریٰ آیت نمبر13' سورۂ جاثیہ آیت 18' سورۂ مائدہ آیت نمبر48' کے مطابق شریعت کا مفہوم "الدین" ہے یعنی خدا کا متعین کردہ راستہ۔ اسلام کا نظام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں (بجز چند مستثنیات) دین کے اصول دیئے ہیں۔ یہ اصول اور چند احکام جو قرآن کریم میں دیئے گئے ہیں ہمیشہ کے لئے غیر متبدل رہیں گے لیکن ان اصولوں کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے' ہر زمانے کی امت اپنے لئے جزئی احکام اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق' باہمی مشورے سے خود مرتب کرے گی۔ قرآنی اصول غیر متبدل ہیں لیکن جزئی احکام (شریعت) تبدیل ہوتے رہیں گے۔ اب انسانوں کی مرضی ہے کہ وہ "الدین" اختیار کریں یا اپنے اپنے طور طریقوں سے چلتے رہیں اور تباہ و برباد ہو جائیں۔ ایمان خالص جو نتائج اپنے اندر رکھتا ہے' ان کا تو کہنا ہی کیا۔ کفر خالص بھی اپنے اندر کچھ نتائج رکھتا ہے لیکن جب کفر و اسلام میں پیوند سازی شروع کر دی جائے تو اس سے نہ اسلام کے نتائج حاصل ہو سکتے ہیں نہ کفر کے۔ اس سے قومیں غارت ہو جاتی ہیں۔

وفاقی حکومت کو اختیار دیا گیا کہ وہ احکام کے نفاذ کے لئے ہدایات جاری کر سکے گی۔ یہاں بھی 'وفاقی حکومت کیا ہے' کی تعریف نہیں کی گئی ہے۔ Constitution میں بھی وضاحت موجود نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ "وفاقی حکومت" کو Define کیا جائے۔ قرآن کریم کے مطابق حکومت کی اطاعت بھی اس وقت تک ہے جب وہ نظام ضابطہ خداوندی (قرآن) کے مطابق احکام صادر کرے۔ اگر وہ نظام خود ہی احکام کی خلاف ورزی کرنے لگ جائے تو اس کے باقی رہنے کا جواز ختم ہو جاتا ہے۔ ایسی حکومت کی جگہ دوسری حکومت آجانی چاہئے جو ضابطہ خداوندی کی اطاعت کرائے۔ اس میں شک نہیں کہ صحیح نظام خداوندی کے خلاف بغاوت جرم عظیم ہے اور اس کی سزا بڑی سخت ہے لیکن اس کی رو سے وہی بغاوت جرم ہے جو بغیر الحق ہو (3:33, 42:42)۔ اس کے خلاف جانے والی حکومت سے تو تعاون تک بھی جائز نہیں۔ (5:2)

قرآنی نظام کو نافذ کرنے والے قرآنی سیرت و کردار کے حامل ہوں گے۔ قرآنی نظام میں ناجائز دولت تو ایک طرف' اپنی ضرورت سے زائد' جائز دولت رکھنے کی بھی اجازت نہیں ہو گی۔ اس میں نہ جائیدادیں کھڑی کی جا سکیں گی نہ جاگیریں قائم کرنے کی گنجائش ہو گی۔ قرآن کریم کے مطابق مملکت کا قیام مقصود بالذات نہیں بلکہ بلند و بالا مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ان مقاصد میں سرفہرست سامان زیست کی فراہمی ہے خدا کا ارشاد ہے کہ:
"ہم تمہارے رزق کے بھی ذمہ دار ہیں اور تمہاری اولاد کے رزق کے بھی (6:152)"

خدا اپنی ذمہ داریاں انسانوں کے ہاتھوں پوری کراتا ہے۔ (4:75) وضاحت کے لئے دیکھئے (3:180) اور ظاہر ہے اس عظیم ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے وسائل رزق مملکت کے پاس ہونا ضروری ہیں تاکہ افراد معاشرہ کی ضروریات زندگی بہم پہنچائے۔ وسائل پیداوار میں بنیادی حیثیت زمین (ارض) کو حاصل ہے۔ خدا نے زمین کو ارض اللہ (11:64) قرار دیا ہے۔ اور اسے نوع انسان کی روزی کا سامان بتایا ہے۔ **وجعلنا لکم فیھا معاش**

(7:10)- اس میں جو کچھ ہے۔ **رزقا للعباد** ہے۔ یعنی بندوں کے لئے رزق (50:11) لہٰذا اسے تمام ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے یکساں طور پر کھلا رہنا چاہئے۔

سواء للسائلین (41:10)- اسے **متاعا للمقوین** (56:73)- یعنی تمام بھوکوں کے لئے سامان۔ زمین سے تمام خام مسالہ (Raw Material) معدنیات وغیرہ جن سے مصنوعات تیار ہوتی ہیں لہٰذا **مما اخرجنا لکم من الارض** (2:267) میں زراعت اور صنعت و حرفت دونوں آجاتے ہیں۔ اگر حکومت یہ ذمہ داریاں پوری نہیں کرتی تو وہ غاصب قرار پائے گی اس مقصد کے لئے عدالت کی طرف رجوع کرنے کا حق ہر فرد معاشرہ کو حاصل ہونا چاہئے۔جہاں تک اقتصادی نظام کا تعلق ہے' قرآن کا بنیادی اصول یہ ہے کہ معاوضہ محنت کا ہوتا ہے سرمایہ کا نہیں۔ وہ سرمایہ کے معاوضہ کو ربٰو قرار دیتا ہے اور ہر ایسے نظام کو جس میں سرمایہ پر معاوضہ حاصل ہو' ربٰو کی شق میں داخل کرتا ہے اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ (اور اسلامی مملکت) کے خلاف بغاوت قرار دیتا ہے۔

اسلامی مملکت کے لئے ضروری ہو گا کہ اسے اپنے آئین میں بطور نصب العین درج کرے اور قرآن مجید کی روشنی میں ایسا عملی پروگرام مرتب کرے جس سے آہستہ آہستہ' بتدریج اس نصب العین (منتہیٰ) تک پہنچا جا سکے۔ بنا بریں' قرآنی آئین میں مندرجہ ذیل شقیں ہونی چاہئیں۔

(1) تمام افراد معاشرہ کی ضروریات زندگی مہیا کرنے کی ذمہ داری مملکت پر ہو گی۔ مملکت اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے وسائل پیداوار اپنی تحویل میں رکھے گی اگر وہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں قاصر رہے گی تو اسے' وسائل رزق کو اپنی تحویل میں رکھنے کا حق نہیں رہے گا اس مقصد کے لئے افراد معاشرہ کو حق حاصل ہو گا کہ وہ عدالت کی طرف رجوع کر سکیں۔

(2) مملکت کا اقتصادی نظام اس اصول پر مبنی ہو گا کہ معاوضہ صرف محنت کا ہو گا' سرمایہ کا نہیں ہو گا۔ سرمایہ کا معاوضہ' خواہ اس کی کوئی شکل بھی ہو' ربٰو متصور ہو گی اور اسے مملکت کے خلاف بغاوت قرار دیا جائے گا۔

حکومت کو نئی شقوں کے ذریعے' آئین میں سادہ اکثریت سے ترامیم کا اختیار حاصل ہو جائے گا۔ بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے مطابق غلط بات پر اگر ساری دنیا کا اتفاق بھی ہو جائے پھر بھی اسے اختیار نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ حق اور باطل کا معیار کتاب خداوندی ہے۔ اکثریت کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ ظن و قیاس کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اس لئے ان کی کوئی بات اس لئے صحیح قرار نہیں پا سکتی کہ اس کے حق میں اکثریت کی رائے ہے۔ کثرت رائے خواہ اپنوں کی ہو یا دوسروں کی محض اکثریت کی سند سے حق نہیں قرار پا سکتی (49:7)- **وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ہم الا یخرصون** (6:117)- ضابطہ حیات اس کے خلاف دعوت دیتا ہے جس پر نوع انسان کی اکثریت گامزن ہے تو یہ اعتراض کچھ وزن نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ کسی مسلک کے صحیح ہونے پہ کوئی دلیل نہیں کہ اسے اکثریت نے اختیار کر رکھا ہے۔ اگر تم (اس خیال کے مطابق) لوگوں کی اکثریت کا اتباع شروع کر دو تو یہ چیز تمہیں خدا کی راہ سے ہٹا کر گمراہ کر دے گی۔ دنیا کی اکثریت کا تو یہ عالم ہے کہ لوگ محض ظن و تخمین کے پیچھے ہو لیتے ہیں (اور یقینی علم کی بجائے) قیاسی آرا سے کام لیتے رہتے ہیں۔

گمراہی اور راست روی کا معیار خدا کی وحی ہو سکتی ہے۔ یہ ہی معیار ہے جس کے مطابق تیرا پروردگار فیصلہ کرتا ہے کہ کون اس کے تجویز کردہ راستے سے ہٹ گیا اور کون اس پر چل رہا ہے (6:118)- اس کے برعکس ہماری کیفیت یہ ہے کہ ہم دعویٰ تو کرتے ہیں کہ وحی منزل من اللہ پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اپنے فیصلوں کے لئے

آخری اختیاری غیر اللہ کی تسلیم کرتے ہیں حالانکہ ایمان کے معنی ہر غیر خداوندی اختیار سے انکار اور سرکشی ہے۔ ہم فیصلے پارلیمان کی اکثریت سے لیتے ہیں جس میں غیر مسلم بھی شریک ہوتے ہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے کسی دیدہ وبینا کے دماغ کی ضرورت نہیں کہ جو شخص کسی ضابطہ و قوانین کی اصل اساس کی صداقت کو تسلیم نہیں کرتا' وہ اس کے قوانین کی ترتیب میں شریک کیسے ہو سکتا ہے!

اگست 1941ء میں قائداعظمؒ حیدر آباد تشریف لے گئے۔ وہاں عثمانیہ یونیورسٹی کے طلبا نے ان سے ملاقات کی جس کے دوران طلباء نے بڑے اہم بنیادی سوالات کئے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا "اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام و اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً" نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمان کی' نہ کسی اور شخص یا ادارہ کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت' دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کے لئے آپ کو لامحالہ علاقہ اور مملکت کی ضرورت ہے" قائداعظمؒ کا یہ جواب واضح ہے کہ آئین و قوانین کی اساس قرآن کریم کے سوا ہو نہیں سکتی۔

اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر پارلیمان میں اس بات پر اختلاف ہو جائے کہ جو کچھ طے کیا جا رہا ہے وہ قرآنی تعلیم کے مطابق ہے یا نہیں' یا عام افراد معاشرہ میں یہ خیال پیدا ہو کہ پارلیمان جو فیصلہ کر رہی ہے وہ قرآن کریم کے مطابق ہے یا نہیں تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟۔ مسئلہ کا حل یہ ہے کہ بلند پایہ عدلیہ کے ارکان' ممتاز قانون دان حضرات اور قرآن کریم پر گہری نظر رکھنے والے ارباب علم بصیرت پر مشتمل ایک مجلس قائم کی جائے جس کے سامنے اختلافی امور پیش ہوں جو غور و فکر کے بعد قرآن کریم کو آخری سند و حجت تسلیم کرتے ہوئے قرآنی تعلیم کی روشنی میں کسی نتیجے پر پہنچیں اور فیصلہ دیں۔ اور یہ فیصلہ اس باب میں حرف آخر تسلیم کیا جائے۔ ایسی مجلس کو ایسے اختیارات اور قوت حاصل ہونی چاہئے کہ اس فیصلے کو تسلیم کرنے پر مجبور کر سکے۔

وسجد و اقترب (96:18)- سجدہ کر اور قریب ہو جا۔

اک شمع اور بجھ گئی

محترم جناب عطاء اللہ پالوی صاحب مفکر قرآن اور شیدائی طلوع اسلام پچاسی سال اور اڑھائی ماہ کی عمر میں بہار کے ضلع جہان آباد' قصبہ علی نگر پالی میں مورخہ 11 اگست 1998ء کو دس بجے دن وفات پا گئے۔

جناب پالوی صاحب کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں خاص طور پر مآلِ بصیرت' انوارِ تفکر' حلال و حرام' اور شمعِ فروزاں قابلِ ذکر ہیں۔ مرحوم 1947ء سے 1983ء تک چھپرہ میں رہ کر فکر قرآنی کی نشرواشاعت میں ہمہ تن مصروف رہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

PAMPHLETS -- پمفلٹ

ادارہ طلوع اسلام دینی موضوعات پر پمفلٹس شائع کرتا رہتا ہے۔ مندرجہ ذیل پمفلٹس دو روپے فی پمفلٹ کے حساب سے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر طلب فرمائیں۔

1 آرٹ اور اسلام
2 احادیث کا صحیح ترین مجموعہ
3 اسلام کیا ہے؟
4 الزکوٰۃ
5 اسلام آگے کیوں نہ چلا؟
6 اسلامی قوانین کے راستے میں کون حائل ہے؟
7 اسلام ہی کیوں سچا دین ہے؟
8 الصلوٰۃ
9 اندھے کی لکڑی
10 بنیادی حقوق انسانیت اور قرآن
11 جہاں مارکس ناکام رہ گیا
12 حرام کی کمائی
13 خدا کی مرضی
14 دعوت پرویز کیا ہے؟
15 دو قومی نظریہ
16 روٹی کا مسئلہ
17 سوچیو (سندھی)
18 سوچا کرو
19 عالمگیر افسانے
20 عورت قرآن کے آئینے میں
21 فرقے کیسے مٹ سکتے ہیں؟
22 قرآن کا سیاسی نظام
23 قرآن کا معاشی نظام
24 قوموں کے تمدن پر جنسیات کا اثر
25 کیا قائداعظمؒ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے؟
26 کافر گری
27 مرض تشخیص اور علاج
28 مقام اقبالؒ
29 مرزائیت اور طلوع اسلام
30 مقام محمدی ﷺ
31 ماؤزے تنگ اور قرآن
32 ہم میں کریکٹر کیوں نہیں؟
33 ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
34 Islamic Ideology
35 Is Islam a Failure
36 Why Islam is the Only True Deen?

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد لطیف چوہدری

لمحہ فکریہ

(وابستگان تحریک طلوع اسلام کے لئے)

بانی تحریک علامہ غلام احمد پرویزؒ نے 1956ء میں تحریک طلوع اسلام کی پہلی کنونشن کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"میں نے اپنے خون جگر سے ایک چھوٹا سا دیا جلایا ہے اور میری آرزو ہے کہ یہ دیا اسی طرح آگے چلے' لیکن یہ محض روپے کے تیل سے نہیں جلے گا کیوں کہ جس خون جگر سے اسے جلایا گیا ہے وہ سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔ اسے جلائے رکھنے کے لئے روپے سے کہیں زیادہ اندرونی حرارت اور چنگاریوں کی ضرورت ہے۔ لہذا کرنے کا کام یہ ہے کہ جن قرآنی حقائق کو آپ نے ذہنی طور پر صحیح سمجھا ہے' ان کے مطابق اپنے قلب و نظر میں بھی تبدیلی پیدا کریں۔ اس لئے کہ قرآن اپنی تحریک کی کامیابی کیلئے صرف ذہنی انقلاب ہی کو کافی نہیں سمجھتا وہ اس کے ساتھ ساتھ قلبی تبدیلی کو بھی ضروری قرار دیتا ہے۔ اسی کا نام سیرت کی پختگی یا انسانی ذات کا استحکام ہے۔

اپنے قول و عمل کو بصیرت' علم اور خلوص پر مبنی رکھئے۔ اپنی کمزوریوں کو چھپانے کے مقدس بہانے تلاش نہ کیجئے اور یاد رکھئے!

ہم ویسے ہی مسلمان ہیں جیسے ملت پاکستان کے دیگر افراد مسلمان ہیں۔ ان میں اور ہم میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ ہم یہ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ خدا نے جو دین ہمارے لئے تجویز کیا ہے اس کے حقیقی خدوخال کیا تھے اور وہ اب اس خطہ زمین میں کس طرح عملاً رائج ہو سکتا ہے۔"

اسی طرح 1966ء میں اپنے مشہور خطاب "شعلہ نمناک" میں انہوں نے پھر دہرایا کہ:

"قرآن کریم کا سمجھ لینا مقصود بالذات نہیں۔ اسے سمجھا اس لئے جاتا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ اگر قرآن کریم کا صحیح مفہوم ہماری سیرت و کردار میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتا تو یہ ذہنی تفریح سے زیادہ کچھ نہیں۔ اگر اس سے ہمارے قلب کی گہرائیوں میں کوئی ایسا انقلاب پیدا نہیں ہوتا جس کی جھلک ہماری روز مرہ زندگی میں نہ پائی جائے تو ایسی قرآن فہمی محض مشاعروں کی داد ہے جس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا:

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

دل و نگاہ کی اس مسلمانی کا مظاہرہ ہماری رفتار و کردار و گفتار سب میں ہونا چاہئے۔ اگر ہماری سیرت پاکیزہ' نگاہ بلند' کردار پختہ اور معاملات صاف نہیں' تو ہم میں اور ان لوگوں میں کیا فرق ہے' جن کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ وہ قرآن کی تعلیم کو صحیح طور پر نہیں سمجھتے۔ بجز اس کے کہ ہم اپنے آپ کو یہ کہہ کر فریب دے رہے ہیں کہ ہم ان سے بہت آگے ہیں' کیونکہ ہم قرآنی تعلیم کو ان سے بہتر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن سمجھنے والوں کی زندگیاں ایسی ہونی چاہئیں جن سے وہ چلتے پھرتے دوسروں سے ممتاز و

متمیز نظر آئیں اور جس کسی کو ان سے واسطہ پڑے وہ ان کے حسن معاملہ سے متاثر ہو کر بے ساختہ پکار اٹھے

دید ام مردے در ایں قحط الرجال

اس میں شبہ نہیں کہ ہمارے پیش نظر پورے کے پورے معاشرے میں قرآنی انقلاب پیدا کرنا ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ جب تک معاشرہ میں قرآنی انقلاب نہ آجائے ہم اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہ کریں۔ غلط معاشرہ کی بعض مجبوریاں ایسی ہوتی ہیں جن پر انفرادی طور پر قابو پانا مشکل ہوتا ہے لیکن زندگی کے جن دائروں میں ہم مجبور نہیں وہاں کون سی چیز مانع ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے اندر حسن سیرت پیدا نہ کریں؟ اپنی ہر کمزوری کے لئے معاشرہ کی مجبوری کو سپر بنا لینا بہت بڑی خود فریبی ہے۔ قرآن کا نام لینے والوں کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے آپ کو اس قسم کی خود فریبی میں مبتلا رکھیں صداقت' اخوت' محبت' شفقت' حسن معاملہ' ایفائے عہد' کشادہ نگہی وسعت ظرف' تحمل' بردباری' پاکیزگی خیالات' عفت قلب و نظر یہ ہمارے امتیازی نشانات ہونے چاہئیں۔ ہمارا رہن سہن نہایت پر وقار اور سنجیدہ ہو اور ہم سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جو پایہ ثقاہت سے گری ہوئی ہو۔ آپ چلتے پھرتے شریف انسان دکھائی دیں جو خود بھی امن و سلامتی سے رہیں اور دوسروں کے لئے بھی امن و سلامتی کے پیامبر اور آرزو مند ہوں۔ آپ کے ہاتھ سے کسی پر ظلم اور زیادتی نہ ہو اس کے برعکس عدل اور احسان آپ کا شیوۂ زندگی ہو۔"

1963ء میں قیامت موجود کا احساس دلاتے ہوئے دین حق کے مفکر جلیل نے وابستگان تحریک سے اپنے الوداعی پیغام میں کہا!

"برادران عزیز! آپ کے لئے میرا الوداعی پیغام یہی ہے کہ قرآن حکیم سے ایسی شیفتگی پیدا کیجئے کہ لوگ آپ کو دیکھ کر پکار اٹھیں۔ "یہ ہیں قرآن کے دیوانے" ارکان اسلام اور شعائر اسلام کو اختیار کیجئے۔"

1964ء میں مفکر قرآن نے حیات اجتماعی کے بڑے اہم اور بنیادی حقائق کا جائزہ لیتے ہوئے دعوت قرآنی کے علمبرداروں کو ان نازک ترین گوشوں سے باخبر کیا جو ہر ابھرتی ہوئی تحریک کے لئے ابتلاء و آزمائش کا سامان بنتے ہیں۔ اپنے اس خطاب میں جو طلوع اسلام کے حلقوں میں "حرف دلنواز" سے موسوم ہے۔ مفکر قرآن نے احتساب خویش کا ذکر کرتے ہوئے ریختان چمن کو ایک مرتبہ پھر متنبہ کیا کہ:

"اگر آپ کے اندر قرآنی زاویہ نگاہ سے تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تو پھر میرے عزیز دوستو! نہ آپ کو قرآنی فکر کا سمجھنا کچھ فائدہ دے سکتا ہے اور نہ اس تحریک کے ساتھ وابستگی کچھ مفید ہو سکتی ہے۔ اور جب میں "آپ" کہتا ہوں تو اس کے اندر اپنے آپ کو سب سے پہلے شامل کرتا ہوں۔ اس داخلی تبدیلی کے بغیر آپ کے یہ اجتماعات و تقاریب' آپ کے درس اور تقاریر' کھیل تماشا سے زیادہ کچھ نہیں۔"

1966میں اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے سالانہ کونشن کے پرہجوم اجلاس میں آپ نے فرمایا:

"یہ آوازیں میرے کانوں تک پہنچ رہی ہیں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں اس پر پہلے ہمیں خود عمل کرنا چاہئے۔ اس کے بغیر ہم دوسروں کو اس کی دعوت کس طرح دے سکتے ہیں؟ یہ اعتراض بظاہر وزنی معلوم ہوتا ہے اس لئے بڑی توجہ کا محتاج ہے۔ پہلے آپ اسے سمجھ لیجئے کہ ہم کہتے کیا ہیں؟ ہم کہتے یہ ہیں کہ ملک کا سیاسی' معاشی' معاشرتی نظام قرآنی بنیادوں پر **متشکل** ہونا چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ اس دعوت یا مطالبہ پر ہم انفرادی طور پر کس طرح عمل کر سکتے ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ اس دعوت کو عام کرتے جائیں تاآنکہ ملک کے اجتماعی نظام میں اس قسم کی تبدیلی پیدا ہو جائے۔

البتہ ہماری اس فکر کا دوسرا گوشہ ایسا ہے جس پر انفرادی طور پر عمل کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ ہم باہمی معاملات میں عدل و احسان سے کام لیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ حسن تعاون کا ثبوت دیں۔ احترام انسانیت بہرحال ملحوظ رکھیں۔ ہم بات کے سچے اور قول کے پکے ہوں۔ حسد' کینہ' تنگ نظری' منافقت جیسے انسانیت کش جذبات سے اپنے سینوں کو پاک رکھیں۔ قرآن پاک کی جن ہدایات کو انفرادی طور پر اپنایا جا سکتا ہے ان سے اعراض برتنے کا' نہ کوئی جواز ہے' نہ بدل۔ اگر کوئی شخص قرآن کا نام لینے کے باوجود اپنے اندر اس قسم کی تبدیلی تاحد امکان پیدا نہیں کرتا تو اس کی بدنصیبی پر رونا چاہئے۔

یاد رکھئے اس قسم کے اعمال حیات پر خارجی قوانین یا رسمی قواعد و ضوابط کی رو سے عمل نہیں کرایا جا سکتا۔ مالی خیانتوں کا عدل تو قانون کے زور سے کرایا جا سکتا ہے۔ لیکن نگاہ کی خیانتوں کا عدل دنیا کا کون سا قانون کرا سکتا ہے۔ یہ عدل صرف خدا کے قانون مکافات عمل پر ایمان کی رو سے ہو سکتا ہے جو نگاہ کی خیانتوں اور دل کے ارادوں تک سے بھی واقف ہوتا ہے۔ اگر قرآن کا نام لینے والوں کا دل بھی ایمان سے عاری ہے تو ان میں اور دوسروں میں فرق کیا ہے؟

یاد رکھئے عزیزان من! آپ کی تحریک محض ایک تنظیم کا نام نہیں یہ دل و نگاہ کی تبدیلی کی تحریک ہے۔ یہ صرف قرآنی تصورات کو ذہنی طور پر سمجھ لینے کی تحریک نہیں۔ یہ ان تصورات کے مطابق اپنے اندر انقلاب پیدا کرنے کی تحریک ہے اگر آپ کے اندر اس قسم کا انقلاب پیدا نہیں ہو رہا تو پھر آپ کی اس تحریک سے وابستگی نہ آپ کے لئے مفید ہے نہ آپ کا وجود تحریک کیلئے مفید"۔

مجھے یقین ہے کہ مفکر قرآن کے معروف خطاب " نوائے صبح گاہی" کی یاد احباب کے ذہنوں سے محو نہ ہوئی ہو گی جس میں انہوں نے واشگاف الفاظ میں فرمایا تھا:

"یاد رکھئے! قرآن کا حقیقی مقصد' انسان کی سیرت و کردار میں خوشگوار تبدیلی پیدا کرنا ہے اور یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جب تک قرآنی فکر انسان کے قلب کی گہرائیوں تک نہ اترے۔ سو' اے یاران میکدہ! اگر ہماری شخصیت میں اس قسم کی تبدیلی نہیں آ رہی تو ہماری قرآن فہمی شاعری کی داد سے زیادہ کچھ نہیں بلکہ اس کا نقصان یہ ہے کہ اس سے انسان اس خود فریبی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ دوسروں کے مقابلہ میں بہت آگے ہے۔ جو اس فریب میں مبتلا ہو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اسے قرآن کی بارگاہ سے کچھ بھی بہرہ نصیب نہیں ہوا۔ ہم اگر دوسروں سے آگے ہو سکتے ہیں تو صرف اپنی سیرت کی بلندی کی بنا پر۔ محض طلوع اسلام کے مسلک سے متفق یا قرآنی فکر سے آشنا ہونے کے زعم پر دوسروں سے آگے اور اونچے نہیں ہو سکتے۔ اس خیال خام کو دل سے نکال دیجئے۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ جو ہم سے متفق نہیں وہ پاکیزگی سیرت میں ہم سے آگے ہوں۔ اس لئے آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ جو شخص طلوع اسلام سے متفق نہ ہو آپ اس سے نفرت کریں۔ ہمارے لئے نہایت ضروری ہے کہ ہم قدم قدم پر اس امر کا جائزہ لیتے رہیں کہ ہمارے گھر کی زندگی میں جنت کا سا سکون ہے یا نہیں۔ احباب کے ساتھ ہمارے تعلقات میں کس حد تک خلوص و یگانگت ہے دوسروں کے ساتھ معاملات میں ہماری دیانت و امانت کی کیا کیفیت ہے۔ جو عہد ہم نے اپنی تحریک کے ساتھ باندھا ہے اس پر کس حد تک استواری اور وفا شعاری ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ دوسروں کا دکھ درد بٹانے کے لئے ہمارے اندر کس حد تک ایثار و خود فراموشی کا مادہ ہے۔ اور ایسا کرنے کے بعد ہمارا نفس کسی قسم کی نمود و ستائش کا متمنی تو نہیں۔ اگر آپ کے اندر اس قسم کی تبدیلی پیدا ہو رہی ہے تو قرآنی فکر سے وابستگی آپ کے لئے نفع بخش ہے۔

اگر ایسا نہیں تو یہ تفریح طبع سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس صورت میں لوگ بجا طور پر آپ کو یہ طعنہ دے سکیں گے کہ:

خزاں تو مورد الزام ہی سہی، لیکن
یہ فیض باد صبا بھی تو گل کہیں نہ کھلے

بانی تحریک کے ارشادات آپ نے سنے! یہ داستان دہرائی اس لئے ہے کہ آپ میں سے جو احباب اپنے دل میں اس بادیہ پیمائی کا ولولہ رکھتے ہوں وہ اس مرحلہ کی شکیب آزمائی کا اچھی طرح اندازہ کر لیں اور خوب سمجھ لیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ مشکل کام اپنے اندر انقلاب پیدا کرنا ہے۔ پہلے ذہنی انقلاب اور پھر قلبی انقلاب اور جب تک وہ اس مرحلہ سے گذر نہیں جاتے۔ کوئی دوسرا پروگرام ان کے سامنے نہیں آسکتا۔

الحمد للہ کہ میرے سامنے اس وقت وہ ہستیاں ابھی تک زندہ ہیں جن کے متعلق باباجی مرحوم کہا کرتے تھے:

"یہ مبداء فیض کی انتہائی کرم گستری ہے کہ اس نے مجھے آپ جیسے مخلص احباب کی رفاقت سے نوازا۔ آپ احباب کی رفاقت نے میری عمر رفتہ کو آواز دے کر میری آرزؤں کو جوان، میری ہمتوں کو بلند، میرے ارادوں کو مستحکم، میرے جینے کو پر بہار اور میرے مرنے کو پر کیف بنا دیا ہے"۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تحریک سے وابستہ ہر فرد نہ صرف یہ کہ اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہے۔ بلکہ تحریک کے فروغ کے لئے پوری لگن، محنت اور خلوص کے ساتھ مصروف عمل ہے۔ تاہم کردار سازی کے عمل کو مربوط بنیادوں پر آگے بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے سے آنکھیں چرانے کی بجائے ایک دوسرے کو اپنے محاسبے کا موقع فراہم کریں تاکہ ہماری اصلاح ہوتی رہے۔ اور ہم میں سے ہر فرد اپنے آپ کو اپنی بزم میں، اپنے گھر میں، اپنے گرد و نواح میں قرآن کے مرد مومن کے طور پر پیش کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔

☆ اطلاعات ☆

علامہ رحمت اللہ طارق کی تازہ تصنیف "برہان القرآن" بزم طلوع اسلام لاہور سے مبلغ =/535 روپے میں دستیاب ہے۔

فون: 6824077/6854528/5714546

نمائندہ بزم لاہور

کرنل ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب کی کتاب "دعوت" ادارہ سے علاوہ محصول ڈاک =/200 روپے میں دستیاب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر شبیر احمد (فلوریڈا)

ہاتھ کا میل

میں ایسے فقر سے اے اہل حلقہ باز آیا
تمہارا فقر ہے بے دولتی و رنجوری

کہا جاتا ہے "پیسہ تو ہاتھ کا میل ہے؟" کیونکہ یہ بات کہی بہت جاتی ہے اس لئے سنی بھی بہت جاتی ہے اور صاحبو! ستم یہ ہے کہ جو باتیں زیادہ کہی سنی جاتی ہیں وہ سوچی کم جاتی ہیں۔ ان پر دھیان اور غور و فکر کیا ہی نہیں جاتا۔ پیسہ بہرحال ایک اہم موضوع سخن ہوتا ہے۔ لوگ باگ موسم کا ذکر بہت کرتے ہیں۔ موسم کے بارے میں کر کچھ نہیں سکتے۔ سیاست پر بڑی گفتگو اور بہت مباحثوں کے کن کوے اڑاتے ہیں۔ ہرچند کہ اس کھاتے میں بھی ان کے بس کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ پیسے کا ذکر بہت کرتے ہیں۔ بہت پیچ لڑتے ہیں مال کی پتنگوں کے' مال کے بارے میں ہر شخص اپنے اپنے بیانات کے خیالی کبوتر بھی اڑاتا پھرتا ہے۔ مشترک (COMMON) بات مال' دولت' روپے' پیسے کے بارے میں ہمیں تو ایک ہی ملی ہے صاحبو! وہی جو خالق کائنات نے اپنے آخری پیغام میں محفوظ فرما دی کہ "انسان مال سے جم کر محبت کرتا ہے" مثل مشہور ہے۔ "چمڑی جائے' دمڑی نہ جائے"۔

تو صاحبو! ایک سرے پر یہ باتیں ہے کہ "پیسہ تو ہاتھ کا میل ہے" اور دوسری جانب یہی مثل چمڑی دمڑی والی۔

حکمت قرآن نازل ہوئی۔ تمہاری روح نفس اور (شخصیت) کا تزکیہ یا ارتقاء تو مال عطا کرنے سے ہوتا ہے۔ (لینے سے نہیں ہوتا) اور یہ کہ اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ کئے بغیر ہرگز نیکی حاصل نہ کر سکو گے۔

آیت نازل ہوئی (اے پیغمبر) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں (اللہ کے بندوں پر) کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجئے جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو۔

آقائے نامدارؐ نے فرمایا' اگر آدمی کے پاس مال سے بھرا ہوا ایک میدان ہو تو چاہے گا کہ ایسا ہی ایک میدان اور اسے مل جائے۔ (حریص) آدمی کی آنکھ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے۔

فرمایا حکیم انسانیتؐ نے مال کو پسند نہ کرنے (یعنی اسے ہاتھ کا میل قرار دینے میں) کوئی خوبی نہیں۔ اس لئے کہ مال کی برکت سے انسان اللہ کے بندوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور دوسروں کے حقوق اور اپنے فرائض ادا کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ "الفقر فخری" (فقر میرا فخر ہے) لیکن یہاں فقر سے مراد ہے اللہ کے بندوں سے بے نیازی نہ کہ بے دولتی اور رنجوری!

فرمایا سیدنا عمرؓ نے "دنیا کی عزت مال سے اور آخرت کی عزت اعمال سے ہے"

سیدنا عثمانؓ غنی فرما گئے۔ میں جب کاروبار کرتا ہوں اپنے پروردگار سے تو وہ مجھے دس گنا منافع دیتا ہے۔ زمین والو! کیا تم میرے مال پر اتنا منافع دے سکتے ہو؟ لو! میں اپنا سامان تجارت اپنے پروردگار کی راہ میں خیرات کرتا ہوں۔

فرمایا سیدنا علی مرتضیٰؓ نے۔ "مجھے یہ بات بہت مرغوب ہے کہ اللہ کے بندوں کی ضروریات کو ہر حال میں اپنی ضروریات پر مقدم رکھوں"

اور صاحبو! خلیفہ رسول سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا طرز فکر ہمیشہ یہ رہا۔

پروانے کو چراغ ہے' بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

حضرت موسیٰؑ کے زمانے کا قارون جس کے خزانوں کی کنجیاں 70 اونٹوں پر لادی جاتی تھیں اپنے ایک زیر زمین مال و دولت کے تہہ خانے میں دھنس کر رہ گیا۔ وہ جو کہتا تھا کہ یہ سب مال مجھے اپنے علم و ہنر سے ملا ہے اور جو بھول چکا تھا کہ یہ علم و ہنر بھی تو کسی کی عطا ہے۔ وہ جو اس بات کا قائل تھا کہ "چمڑی جائے دمڑی نہ جائے" اپنے خزانوں کے بیچ اور تاریخ کے اوراق میں ہاتھ کے میل کی طرح بے وقعت ہو کر رہ گیا۔

16 ویں صدی عیسوی میں جدید معاشیات کا بانی برطانوی مفکر "ایڈم اسمتھ" کہہ گیا کہ انسان کچھ اور نہیں "پیسے کا پتلا Economicus Homo ہے" اپنی کتاب کے اوراق اس سے نہ گنے گئے لیکن شلنگ اور پنس گن رہا تھا جب مال میز پر دھرا رہ گیا اور پتلا دھڑام سے زمین پر آرہا۔ روح' ذات یا شخصیت جسے ایڈم اسمتھ نے جانا ہی نہ تھا' پہچانا ہی نہ تھا' بلندیوں سے مال کے پتلے کے عبرتناک انجام کا نظارہ کرتی رہی۔

ایک صوفی جی صدیوں پہلے بولے۔ دنیا مردار ہے' اس کا طالب کتا ہے' تلاش معاش کرنا آدمی کا سب سے بڑا عیب ہے۔ (یہ صوفی جو زندگی بھر دوسروں کا دیا کھاتے رہے' قبر بھی انہیں چلنے بھی نہ دیتی تھی)..... ایک فقیہہ اپنی مشہور کتاب میں لکھ گئے' مومن کو چاہئے گھر کے دروازے بند کر کے ایک کمرے میں بیٹھ رہے۔ اللہ ہو' اللہ ہو کا ورد کرے اور دیکھے کہ اس کا رزق کیسے خود بخود اس تک پہنچتا ہے۔ (انہوں نے خود یہ عمل کیا تو تین دن بھوکے رہ کر توبہ کر لی!)

ایک محدث صاحب روایت کر گئے کہ فلاں پیغمبر کو اللہ کی رزاقی کا یقین نہ آتا تھا! حکم خداوندی ہوا۔ یہ جو سامنے پتھر پڑا دیکھتے ہو۔ خشک سوکھا سخت پتھر اسے توڑ ڈالو اور میری قدرت کا نظارہ کرو' پیغمبر نے پتھر توڑ ڈالا۔ اندر سے ایک کیڑا برآمد ہوا اور وہ بھی سرسبز پتہ منہ میں دابے ہوئے۔ (یہ ہے ان کے تخیل کی کاریگری)

صاحبو! یہ فقہا اور صوفیا آقائے نامدارؐ کا یہ ارشاد بھول گئے تھے کہ پرندوں کو بھی رزق کی تلاش میں آشیانوں سے نکل کر تگ و دو کرنی پڑتی ہے اور یہ ارشاد ربی کہ اللہ خیر الرازقین ہے۔ (یعنی اس نے وسائل رزق زمین میں مہیا فرما دیئے ہیں اور ان کی عادلانہ تقسیم انسان کا فریضہ ہے) اور آپ نے اپنی ذات مقدس کے بارے میں یہ بھی فرمایا تھا' **"انا قاسم وھو یعطی"** (میں تو تقسیم کرنے والا ہوں۔ دینے والا تو اللہ ہے)۔ پیغام ایسا ہی ہے کہ پیسہ نہ ہاتھ کی میل ہے نہ انسانی چمڑی۔

دربار مدینہ کی ایک اور نورانی دانش آج تک اہل فکر و نظر کے دلوں میں چراغاں کر رہی ہے۔ "الغنی غنی النفس" (سچی تونگری یا امیری تو دل کی امیری ہے) ہندو مت کے منوں سمرتی والے منوجی ہزاروں برس پہلے فرما گئے۔ "جس کے پاس مال نہیں وہ انسان ہی نہیں"

یہودی لیڈر اور دانشور 19 ویں صدی کے جناب رائزمین کی وزڈم Wisdom بھی ملاحظہ فرمایئے۔ "زندگی دولت ہے' دولت کے سوا کچھ نہیں"

چچا غالب مال و دولت کو صحت پر بھی فوقیت دے گئے۔

تنگ دستی اگر نہ ہو غالب
تندرستی ہزار نعمت ہے

بائبل لکھنے والوں نے عیسیٰؑ سے سہواً یہ قول منسوب کر

دیا۔ "اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا ممکن ہے' مال دار انسان کا بہشت میں داخلہ ناممکن!"

ایک دوست بولے۔ "اسلامی اداروں اور فلاحی اداروں کو چندہ دینا فضول خرچی ہے' اسراف ہے"

دوسرے دوست نے ٹوکا "نہیں! اپنی ذات پر زیادہ مال خرچ کرنا اسراف ہے۔ اپنا خیال تو سب ہی رکھتے ہیں"

ایک خاتون بولیں۔ "فلاں صاحب کے پاس اتنی بڑی جائیداد' مکان' زمینیں موٹریں ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ امیر آدمی نہیں دیکھا"

دوسری خاتون بولیں۔ "جی نہیں! وہ صاحب اللہ کے بندوں پر اور قومی فلاح کے کاموں میں ایک پیسہ خرچ نہیں کرتے۔ ان سے بڑا غریب میں نے نہیں دیکھا۔ کیا انہوں نے رسول کریمؐ کا ارشاد نہیں سنا کہ "ایمان اور حرص ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے" حق تو یہ ہے کہ انسان اپنی استطاعت کے مطابق دوسروں پر خرچ کرتا ہے۔

صاحبو! دل خوش ہو گیا جب اس محفل میں ایک اور اہل نظر خاتون نے بیان آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

سہیلیو! حضور رسالت مابؐ کے یہ دو ارشادات بھی سن لیجئے۔ 1- دو عادتیں کسی مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ ایک بخل دوسرے بداخلاقی۔ 2- بخیل عابد کے مقابلے میں بے عمل سخی کہیں بہتر ہے۔

صاحبو! آپ نے جس توجہ اور عنایت سے ان سطور پر غور فرمایا ہے امید ہے اپنا نتیجہ خود اخذ فرما لیا ہو گا۔ مختصرا" ہماری رائے یہ ہے کہ مال بہترین خادم اور بدترین آقا ہوتا ہے لیکن حرف آخر حکیم انسانیت کی بارگاہ مکرم سے ہی سنئے۔

1- یااللہ! میں غربت و ناداری اور عاجزی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

2- تنگ دستی بعض اوقات انسان کو کفر تک لے جاتی ہے۔ رزق حلال کی کوشش بڑا فرض ہے۔ اور صاحبو! قرآن کریم میں جہاں جہاں جہاد کا ذکر آیا ہے وہاں اکثر مال کے جہاد کا حکم جان کے جہاد سے پہلے ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ خیر الرازقین زیادہ عطا فرمائے تو انسان مالی جہاد بڑے پیمانے پر کر سکتا ہے۔ مال نہ ہو تو فکر معاش میں انسان کی صلاحیتوں کو زنگ لگ سکتا ہے!

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکر معاش

لائف ممبرشپ برائے مجلہ طلوع اسلام

نہ ہر سال زر شرکت بھجوانے کی زحمت' نہ کھاتہ کھولنے کی ضرورت' ایک دفعہ

اندرون	1500/= روپے
ایشیاء' یورپ' افریقہ	8000/= روپے
آسٹریلیا' کینڈا' امریکہ	10000/= روپے

ادارہ کے اکاؤنٹ نمبر 7-3082 نیشنل بینک۔ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور کے نام ارسال فرما کے لائف ممبرشپ حاصل کر لیجئے۔

سرکولیشن منیجر

مرنے کے بعد کیا ہو گا؟

ہر شخص کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے، لیکن اس کا جواب کہیں سے نہیں ملتا۔ انسانی ذہن اس کا جواب دے ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کا دائرہ کار دنیاوی زندگی تک محدود ہے۔

اس کا جواب قرآن مجید ہی دے سکتا ہے

کیونکہ وہ اس خدا کی کتاب ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ لیکن قرآن مجید کے ان حقائق کو سمجھنے کے لئے بڑے وسیع علم اور گہری فکر کی ضرورت ہے!

مفکرِ قرآن جناب پرویزؒ نے اپنے مدت العمر کے غور و فکر کے بعد ان حقائق کو اپنی معرکہ آراء تصنیف

جہانِ فردا

میں صاف، سادہ لیکن دلکش انداز میں پیش کر دیا ہے۔ اس میں موت و حیات، برزخ، حشر، نشر، قیامت، حساب کتاب، اعمالنامہ، میزان، جنت، دوزخ اور حیات جاوداں وغیرہ تمام مباحث آ گئے ہیں!

یہ بڑی بصیرت افروز اور حقیقت کشا کتاب ہے۔

قیمت (علاوہ ڈاک، پیکنگ خرچ)

سٹوڈنٹ ایڈیشن =/Rs. 100

علمی ایڈیشن =/Rs. 200

منیجر طلوعِ اسلام ٹرسٹ

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بشیر احمد عابد۔ (کویت)

نفاذِ اسلام

(پندرھویں ترمیم)

ہر قوم کا ایک مرغوب کھیل ہوتا ہے۔ ہماری قوم کا مرغوب کھیل اسلام اسلام کھیلنا ہے۔ پاکستان میں یہ کھیل کافی عرصہ سے کھیلا جا رہا ہے۔ جس طرح اولمپک کھیل ہر چار سال بعد باقاعدگی کے ساتھ منعقد کیے جاتے ہیں اسی طرح پاکستان میں ہر حکومت اپنے دور اقتدار میں ایک بار اس مرغوب قومی کھیل کا بالضرور اہتمام کرتی ہے۔ اس قومی روایت کی پاسداری کرتے ہوئے گزشتہ دنوں نواز شریف حکومت نے قومی اسمبلی میں شریعت بل۔ 98ء پیش کر کے اس کا باضابطہ اعلان کر دیا ہے۔ اس اعلان کے ساتھ ہی مختلف اسلامی فرقوں نے اپنی اپنی ٹیمیں کھیل کے میدان میں اتار دی ہیں۔ غیر مسلم اور سیکولر ٹیمیں بھی حصہ لینے کی تیاری کر رہی ہیں۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ اس دفعہ اس کھیل میں پہلے جیسا جوش و خروش نہیں پایا جاتا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت اسے دیکھ دیکھ کر اکتا گئی ہے یا پھر انہیں اس کے برے انجام کا پہلے سے علم ہو چکا ہے۔ بالخصوص اس دفعہ فقہ جعفریہ کی عوام بڑی پرسکون دکھائی دے رہی ہے۔ نفاذ شریعت کے اعلان سے انہیں جو عمومی خدشات اور تشویش لاحق ہوتی ہے اس کا اظہار ابھی تک نہیں ہوا۔ ان کے "احبار" و "رہبان" جس اطمینان کے ساتھ نواز شریف حکومت کو اپنی حمایت اور تعاون کا یقین دلا رہے ہیں اس سے صاف نظر آتا ہے کہ یہ بل ابتدائی مراحل ہی میں ناکامی سے دوچار ہو جائے گا۔ انہیں خود اسے ناکام بنانے کی زحمت اٹھانی نہیں پڑے گی۔ اس بل کو ناکام بنانے کے لئے سنی علماء نے پریکٹس شروع کر دی ہے۔ ان کے کہنہ مشق کھلاڑی سڑکوں پر نکل آئے ہیں اور عوام کو ایک انتہائی خوفناک تصادم کی طرف کشاں کشاں لے جا رہے ہیں۔ اب صرف وقت کی بات ہے کہ کب پاکستان کے گلی کوچے بصرہ و بغداد کی گلیوں کی طرح معصوم عوام کے خون سے رنگین ہوتے ہیں۔ ملک کی سیاسی اور غیر سیاسی جماعتیں جس منظم انداز میں اس بل کی مخالفت کر رہی ہیں اس سے فتنہ و فساد پیدا ہونے کا شدید خدشہ ہے۔ ایک ایسا ملک جو پہلے سے ہی شدید سیاسی و معاشی بحران کا شکار ہو اسے مزید ایک بحران کی طرف دھکیلنا کسی طور پر مستحسن قدم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس پاک سرزمین کو اپنی امان میں رکھے اور قوم کو لیڈروں کی کذب بیانیوں اور فتنہ پردازیوں سے پناہ دے۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے۔ **یعد هم و یمنیهم وما یعد هم الشیطن الا غرورا۔** (ایک بدبخت قوم کے لیڈروں کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ) وہ ان سے وعدے کرتے ہیں اور ان کی آرزوئیں بر آنے کے مژدے سناتے ہیں۔ لیکن ان کے یہ تمام وعدے اور مژدے دھوکا اور فریب ہوتے ہیں۔ (4:120)

معلوم نہیں ہمارے حکمرانوں کی عقل کو بیٹھے بٹھائے کیا سوجھتی ہے کہ وہ اسلام اسلام کھیلنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک کو اچھی طرح معلوم

ہے کہ اب یہ کھیل بہت پرانا ہو چکا اور اس کے درپردہ جو مذموم مقاصد ہوتے ہیں وہ کبھی حاصل نہیں ہو پاتے۔ ہمیں موجودہ حکومت کی نیک نیتی پر تو شک نہیں ہے البتہ انہوں نے شریعت کے نفاذ سے جو خوشگوار امیدیں اور توقعات وابستہ کر رکھی ہیں وہ ان کی خوش فہمی ہی سمجھی جا سکتی ہے۔ بقول ان کے نفاذ شریعت سے عدل و انصاف کے حصول میں آسانی پیدا ہو گی اور ملک ترقی و خوشحالی کی منزل تیزی سے طے کریگا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسلام معاشی و معاشرتی انصاف کی تعلیم دیتا ہے۔ ہر شہری کو ترقی کے مساوی اور یکساں مواقع فراہم کرتا ہے۔ لیکن ایک ایسے معاشرے میں جو بری طرح طبقاتی تقسیم کا شکار ہو، جس کی قومی وحدت کو مذہبی و سیاسی فرقہ واریت نے تار تار کر رکھا ہو، جس کے جسد قومی میں لسانیت، علاقائیت اور نسلی عصبیت کا زہر سرایت کر چکا ہو، جہاں معاشی و معاشرتی ناہمواریاں ناقابل عبور وسعتیں اختیار کر چکی ہوں اور جہاں کے حکمران عوام کی اپنی خامیوں اور کمزوریوں پر اپنی سیاست چمکاتے ہوں، اس معاشرے میں اسلام کا عملی نفاذ قطعی طور پر ناممکن ہوتا ہے۔ طبقات میں بٹے ہوئے معاشرہ میں طاقتور، بالاتر اور مراعات یافتہ طبقات کے مفادات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بالخصوص ایک ایسی حکومت ہرگز ایسا نہیں کر سکتی جو طاقت ور طبقات کی حمایت کی محتاج ہو۔ یہاں محلات نما کوٹھیاں اور خستہ حال آبادیاں پہلو بہ پہلو موجود رہیں گی۔ یہاں لاکھوں افراد فٹ پاتھوں پر زندگی بسر کریں گے خواہ ان کے پہلو میں فلک بوس عمارات کیوں نہ موجود رہیں۔ یہاں دولت کی ریل پیل اور مسرفانہ طرز زندگی کے جملہ مظاہر غربت و افلاس کے پہلو بہ پہلو دکھائی دیتے رہیں گے اور اس صورت حال کو جوہری طور پر تبدیل کرنے کے لئے کچھ نہ کیا جا سکے گا۔

اسلام معاشی و معاشرتی سہولتوں کے تھوڑے بہت فرق کو تو شاید تسلیم اور برداشت کرے لیکن خوشحالی اور افلاس کی ان انتہاؤں کی اجازت ہرگز نہیں دیتا جو ہمارے ہاں 'ہذا من فضل ربی' کی حیثیت رکھتی ہیں۔ امتیازات کا یہی معیار اور مفادات کا یہی تصادم اسلام کے نفاذ میں ایک اہم رکاوٹ ہے۔ اس ملک پر فوجی اور سول بیوروکریسی، صنعت کار اور سرمایہ دار، جاگیر دار اور زمیندار حکومت کر رہے ہیں۔ وہ حقوق یافتہ اور مراعات یافتہ طبقات ہیں۔ افراد بدلتے رہتے ہیں۔ کسی خاص وقت میں ان کا باہمی توازن اقتدار بھی تھوڑا بہت بدل جاتا ہے لیکن بنیادی طور پر طاقت کے سرچشموں پر یہی لوگ قابض ہیں اور ریاست کے جملہ وسائل پر کم و بیش ان کا مکمل قبضہ ہے۔ ان کی اجارہ داری ہے۔ اس سے وہ اونچ نیچ پیدا ہوتی ہے جس کا اسلام مخالف بلکہ دشمن ہے۔ اور جسے مٹانا اس کا اولین ہدف ہے۔ بشرطیکہ آپ اسلام کو ایک انقلابی قوت کے طور پر سمجھتے اور پہچانتے ہوں۔ اقبالؒ نے بلاوجہ یہ شکوہ نہیں کیا تھا کہ ؎

خلق خدا کی گھات میں رند و فقیہ، میر و پیر
تیرے جہاں میں ہے وہی گردش صبح و شام ابھی

اس نے بندہ کے کوچہ گرد ہونے اور خواجہ کے بلند بام ہونے پر دکھ کا اظہار اس لئے کیا تھا کہ اسے یہ تعلیمات اسلام کے منافی نظر آتی تھیں۔ یہ تلخ حقیقت آج بھی اسی طرح موجود ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔ سب سے بڑا ستم یہ ہے کہ اس فرق کو مٹانے کی کوئی موثر کوشش ہنوز سامنے نہیں آئی۔ اس کے برعکس ہر حکومت نے جو پالیسیاں وضع کی ہیں ان سے اس صورت حال میں مزید خرابی پیدا ہوئی ہے۔ ہمارے دور کے ایک مشہور مغربی مفکر ایچ۔۔ جے۔ مینکن (H.J. Mencken) اپنی کتاب (Treatise on Right & Wrong) میں کچھ ایسی درپیش صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"تمام ناکامیوں میں سے سب سے بڑی ناکامی خود انسان کی

ہے۔ اس انسان کی جو سب سے زیادہ مدنی الطبع اور عقلمند ہے۔ اور وہ ناکامی یہ ہے کہ یہ اپنے لئے آج تک کوئی ایسا نظام وضع نہیں کر سکا جسے دور سے بھی اچھی حکومت کہا جا سکے۔ اس نے اس ضمن میں بڑی بڑی کوششیں کیں۔ بہت سی ایسی جو فی الواقعہ محیر العقول ہیں اور بہت سی ایسی جو بڑی جرات آزما تھیں۔ لیکن جب ان کی عملی تنفیذ کا وقت آیا نتیجہ حسرت و یاس کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نظری طور پر حکومت کا خاکہ کھینچ لینا اور بات ہے اور عملی طور پر اسے نافذ کرنا اور بات ہے۔ نظری طور پر حکومت اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ افراد معاشرہ کی ضروریات زندگی مہیا کرنے کا ذریعہ ہے اور ارباب اقتدار عوام کے خادم ہیں۔ لیکن جب اقتدار ہاتھ آجاتا ہے تو پھر یہ عوام کی خدمت نہیں بلکہ سلب و نہب ہوتا ہے۔"

ہمارے ہاں اسلام کے نام پر جو کچھ ہوتا ہے اس سے بلا مبالغہ یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ حقوق یافتہ طبقات اسلام کو سماجی و معاشی دائروں میں سٹیٹس کو (Status Quo) برقرار رکھنے کے لئے بطور حربہ استعمال کرتے ہیں۔ عوام کی اشک شوئی کے لئے خیرات کے چند ٹکے مستحقین میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں تاکہ اسلام پر عمل درآمد کا ثواب بھی حاصل ہو جائے اور مملکت کے وسیع وسائل و ذرائع اپنے قبضہ میں رکھنے کا جواز بھی فراہم کیا جا سکے۔ معاشرے میں حقیقی مساوات' اخوت اور خوش حالی لانے کے لئے اسلامی تعلیمات اور تصورات کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ ان تلخ حقائق کو سامنے رکھ کر اگر پوچھا جائے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ تو قرآن کی بارگاہ سے اس کا ایک ہی جواب ملتا ہے اور وہ یہ ہے۔ **کلا بل لا یخافون الاخرۃ**۔ یہ اس لئے ہے کہ ان کی نگاہ صرف مفاد عاجلہ پر ہے۔ یہ نہ مستقبل کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کی تباہیوں سے خوف کھاتے ہیں۔ (74:53)- اصلاح احوال کی تدابیر انہیں اچھی طرح معلوم ہیں۔ لیکن ان کی انفرادی مفاد پرستیاں انہیں اس طرف آنے سے روکتی ہیں۔ اسلام اجتماعی زندگی چاہتا ہے جس میں تمام افراد کے مفاد مشترک ہوں۔ لیکن ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی مفاد پرستی کا کاروباری پروگرام الگ الگ پھیلا ہوا ہو۔ ان کی خواہش یہ ہے کہ معاشرہ کسی اجتماعی نظم و نسق کے ماتحت نہ چلے (Laissez-Faire) بلکہ جس کا جی چاہے اپنی من مانی کرتا چلا جائے اور اجتماعی مفادات انسانیت کی بجائے ہر شخص اپنے اپنے انفرادی مفاد کے پیچھے لگا رہے۔ لہٰذا' یہاں جو کچھ ہو رہا ہے وہ نہ صرف جاری رہے گا بلکہ اسے جائز اور حق بجانب ثابت کرنے کے لئے دلائل بھی دیئے جاتے رہیں گے۔ کہا جائے گا کہ معاشی و سماجی انصاف کی باتیں محض نعرے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ جب تک مجموعی قومی پیداوار میں اضافہ نہیں ہوتا غربت و افلاس کا خاتمہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا اصل مسئلہ وسائل کی غلط اور غیر منصفانہ تقسیم نہیں بلکہ پسماندگی اور وسائل کی کمی ہے۔ یہ بھی کہا جائے گا کہ محنت اور بہتر صلاحیتوں کے بل بوتے پر جو لوگ ترقی کرتے ہیں انہیں پر آسائش اور فارغ البال زندگی بسر کرنے کا حق ہے اور جو لوگ محنت نہیں کرتے اور غبی ہیں غربت اور محرومی ان کا مقدر ہونی چاہیے۔ لیکن یہ دلیل دیتے وقت یہ حقیقت فراموش کر دی جائے گی کہ یہاں نہ مواقع کی یکسانیت ہے اور نہ ظلم و استحصال پر مبنی نظام کے باعث کچھ لوگوں کو حاصل ہونے والی پیدائشی برتری کا خاتمہ کرنے کی کوشش ہوئی ہے۔

انسان جب تنہا عقل کی روشنی میں سفر کرتا ہے تو وہ اسے حقائق سے دور کر دیتی ہے اور اسے ظن و تخمین کی راہوں پر ڈال دیتی ہے۔ اقبالؒ نے اسے اپنے الفاظ میں یوں پیش کیا ہے کہ۔

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں .
راہبر ہو ظن و تخمیں تو زبوں کار حیات

عقل کی یہی وہ بنیادی خامی تھی کہ جس کے پیش نظر خدائے سمیع و بصیر اور علیم و خبیر نے نوع انسان کو قرآن حکیم کی روشنی عطا فرمائی تاکہ وہ زندگی جیسی عظیم نعمت کو "زبوں کار حیات" ہونے سے بچالے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے چودہ سو برس پیشتر وحی خداوندی کی روشنی میں ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کی جس میں طبقاتی تصادمات اور امتیازات کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا تھا۔ لیکن وائے ناکامی! کچھ عرصہ بعد امت نے وحی کا راستہ ترک کر دیا اور ظن و تخمین کی راہوں پر چل پڑی۔ نتیجتہً دور جاہلیت کی تمام برائیاں پھر لوٹ آئیں۔ وحدت امت بکھر گئی اور معاشی و معاشرتی تصادمات دوبارہ شروع ہو گئے۔ اب ہم بظاہر ایک دوسرے سے واقف اور قریب ہیں لیکن درحقیقت ایک دوسرے سے بیگانہ ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک الگ الگ راستے پر چلتا اور اپنی اپنی مفاد پرستیوں کے گرد گھومتا ہے۔ ہمارا نصب العین حیات' حیات دنیاوی تک سمٹ کر رہ گیا اور حیات اخروی کی فوز و فلاح نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ ہم نے ایثار و قربانی اور بقائے باہمی جیسی اعلیٰ و ارفع اسلامی اقدار کو ترک کر کے اندھی اور بے رحم مسابقت اور بقائے اصلح جیسی پست سرمایہ دارانہ اقدار کو اصل حیات سمجھ کر اختیار کر لیا۔ ہم نے فراموش کر دیا کہ اسلام۔ **الخلق عیال اللہ** کا تصور دیتا ہے۔ یعنی تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ حکم دیتا ہے کہ۔ **فی اموالھم حق معلوم للسائل و االمحروم**۔ ان کے مال و متاع میں سائل اور محروم کے لئے معلوم حق ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک۔ **یحب لا خیہ ما یحب لنفسہ** وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہ کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔ وہ ہمیں سمجھاتا ہے کہ مسلمان کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ۔ **یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ** وہ دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتا ہے خواہ اس کے لئے اسے تنگی کیوں نہ برداشت کرنی پڑے۔

اسلام سرمایہ دارانہ فلسفہ معیشت کو مسترد کرتا ہے اور اپنا ایک منفرد فلسفہ اخلاق و معیشت پیش کرتا ہے۔ جس معاشرہ میں اس فلسفہ کو نظرانداز یا مسترد کیا جاتا ہو وہ اسلامی ہونے کا دعویٰ کس طرح کر سکتا ہے۔ معاشی و سماجی انصاف کا اہتمام کرنا تو ہر حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس میں اسلامی یا غیر اسلامی کا تو سوال ہی نہیں۔ لیکن اسلام کا نام لینے اور اسے نافذ کرنے کی کوشش کا دعویٰ کرنے کے بعد ناگزیر ہے کہ رہنمائی بھی اسلام سے لی جائے اور معاشی و سماجی دائروں میں وہ جو مخصوص تصورات دیتا ہے ان کی کامل پاسداری کی جائے۔ اس کے بغیر نفاذ اسلام کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسلام حقوق یافتہ طبقات کے مفادات کی حفاظت کرنے اور انہیں تقدس کا مقام دے کر محفوظ کرنے کے لئے نہیں آیا۔ وہ اخوت و مساوات کا سبق دیتا ہے اور ان کے تقاضوں کی تکمیل اس کا ہدف ہے۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کے عمل کو بامعنی' نتیجہ خیز اور موثر بنانا مقصود ہے تو معاشی و سماجی دائروں کے حوالے سے تعلیمات اسلام پر ازسرنو غور کرنا ہو گا اور ان پر عمل درآمد کے لئے زیادہ جرات و ایثار' اخلاص اور خدا خوفی کا مظاہرہ کرنا ہو گا۔ اس کے بغیر نہ نتائج نکل سکیں گے اور نہ ہی عوام کو مطمئن کیا جا سکے گا۔

پاکستان میں اسلامائزیشن کے عمل کی ناکامی کی ایک اور اہم وجہ نظریات کا تصادم ہے۔ ابھی تک ہم مفادات کے تصادم کی بات کر رہے تھے لیکن نظریات کا تصادم ان سے کہیں زیادہ گمبھیر ہے۔ بعض حلقوں کا یہ اصرار ہے کہ زندگی کے مختلف مسائل کے بارے میں فقہائے اسلام نے جو فیصلے صدیوں پہلے کئے تھے انہیں آج کے دور میں لفظ

بہ لفظ نافذ کیا جائے۔ زکوٰۃ یا عشر کا مسئلہ ہو یا حدود کا نفاذ ہو' یا عورت کے حقوق کی بحث ہو یا ملکیت زمین کا سوال ہو' ان کا اصرار ہے کہ ائمہ سلف نے ان کا جو مفہوم قرار دیا ہے اس سے سرمو انحراف نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ بعض دوسرے حلقوں کا خیال ہے کہ سرکاری سطح پر جدید زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ان معاملات میں سابقہ فیصلوں پر نظر ثانی ناگزیر ہے' بالخصوص جبکہ شریعت کی رُوح اور متعلقہ احکام کے الفاظ میں تعبیر نو کی گنجائش موجود ہے۔ علاوہ ازیں' ایک اور اہم اور بنیادی سوال یہ کہ شرعی احکام کی تشریح و تعبیر کا آخری مجاز کون ہو گا؟ اس پر بھی اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا موقف یہ ہے کہ یہ علماء اور ماہرین کا ادارہ ہے جو شریعت کے احکام پر نظر رکھتا ہے اور جس مسئلہ پر اس نے جو رائے ظاہر کر دی حکومت اسے اسی طرح نافذ کرنے کی پابند ہے۔ اس کے برعکس دوسری رائے یہ ہے کہ کون سا حکم کس شکل میں اور کب نافذ ہونا چاہئے اس کا فیصلہ کرنے کی مجاز مقننہ ہے۔ بظاہر یہ اختلاف طریقہ کار کا اختلاف دکھائی دیتا ہے لیکن درحقیقت اس کے پس پشت ایک اور گہرا اختلاف کار فرما ہے اور وہ یہ کہ آیا علماء اپنے خصوصی علم اور تربیت اور دینی سوچ کی وجہ سے احکام شریعت کی تعبیر و تشریح کی آخری اتھارٹی ہیں یا عوامی نمائندے (پارلیمان) یا ارباب اقتدار اس کے مجاز ہیں۔ یہ ایک طرح کی دینی و دنیاوی (Religious & Temporal) ثنویت اور بالادستی کی بحث ہے۔ پارلیمنٹ کی اکثریت قانون اور شریعت کی تعبیر و تشریح کے معاملہ میں اہل مذہب کو آخری اتھارٹی تسلیم کرنے کے لئے راضی نہیں۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور انشاء اللہ یہاں پر اسلام کا نظام قائم ہو کر رہے گا۔ لیکن اس وقت جو صورت حال ہے وہ نہایت ہی حوصلہ شکن ہے۔ جو امت' فرقوں' پارٹیوں اور گروہوں میں بٹی ہو اس میں اسلامی نظام کا قیام تو ایک طرف اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ اسلامی نظام کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ امت میں اتحاد و یک جہتی پائی جائے۔ اس کے لئے افراد امت کی قلب و نگاہ میں تبدیلی پیدا کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ **ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیرو ما بانفسھم**۔ خدا اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی ذہنیت نہ بدل ڈالیں۔ (13:11)۔ قلب و نگاہ کی تبدیلی اسلامی نظام کے قیام کی خشت اول ہے اور یہ چیز قرآن کریم پر غور و فکر سے پیدا ہوتی ہے۔ بقول اقبالؒ ؎

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
چوں بجاں در رفت' جاں دیگر شود
جاں چوں دیگر شد' جہاں دیگر شود

نبی کریم ﷺ نے اسی طریقہ کار کے مطابق اسلامی انقلاب برپا کیا تھا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے تغیر نفس کے پروگرام پر عمل کیا۔ **یعلمھم الکتب والحکمہ و یزکیھم**۔ آپ نے افراد امت کو کتاب و حکمت کی تعلیم دی اور ان کا تزکیہ نفس کیا۔ اس طرح ان کے قلب و نگاہ میں تبدیلی پیدا ہوئی جس سے وہ اس قابل ہوئے کہ احکام خداوندی پر بطیب خاطر عمل کر سکیں۔ تغیر نفس کا یہ پروگرام حضور ﷺ کی تیرہ سالہ مکی زندگی میں جاری رہا۔ حضور ﷺ کی عمر نبوت (23 سال) میں سے قریب 60 % حصہ اسی پروگرام میں صرف ہو گیا۔ لیکن اس کے بغیر اسلامی نظام کا قیام ناممکن تھا۔ جب ان افراد میں قرآن کریم کے معیار کے مطابق نفسیاتی تبدیلی پیدا ہو گئی تو پھر اس نظام کی تشکیل کے لئے قدم اٹھایا گیا۔

قلب و نگاہ کی تبدیلی سے کیا ہوتا ہے؟ اس سے کاروبار حیات کے پیمانے اور قدریں بدل جاتی ہیں۔ مثال

کے طور پر اگر زاویہ نگاہ غلط ہو تو عزت کا معیار حسب و نسب اور دولت و منصب قرار پاتا ہے۔ لیکن جب یہ درست ہو جائے تو عزت کا معیار جوہر ذاتی' پاکیزگی سیرت اور بلندی کردار پاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ عوام میں اس قسم کی تبدیلی نہ تو چند پابندیاں پیدا کر سکتی ہیں اور نہ ہی چند سزائیں! اس کے لئے بہت زیادہ ایثار و خلوص کی ضرورت ہوتی ہے۔ تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ حکمرانوں کو قانون خداوندی کی اطاعت کرنی ہوتی ہے۔ لوگ قانون کی اطاعت اس وقت کرتے ہیں جب ان کے ارباب حل و عقد بھی قانون کی اطاعت کریں۔ اس طبقے کے بگڑنے سے ساری قوم بگڑتی ہے۔ اور اس کے سنورنے سے ساری قوم سنور جاتی ہے۔ اسی لئے ہر نبی کا اولیں مخاطب طبقہ یہی ہوتا تھا۔ حضرت صالحؑ کو قوم ثمود کی طرف بھیجا گیا تو آپؑ نے دیکھا کہ قوم تمام کی تمام بگڑی ہوئی ہے اور اس کی اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مملکت کے مرکز میں نو سرغنے ہیں جو سارے فساد کی جڑ ہیں اور قومی معاملات کی اصلاح ہونے نہیں دیتے۔ (27:48)۔ اگر وہ راہ راست پر آگئے تو قوم خود بخود سنور جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔:

"عوام میں اس وقت تک ٹیڑھ پیدا نہیں ہوتی جب تک ان کے لیڈر سیدھے رہتے ہیں۔ جب تک راعی اللہ کی راہ پر چلتا ہے رعایا اس کے پیچھے چلتی ہے۔ جہاں اس نے پاؤں پھیلائے رعایا اس سے پاؤں پھیلا دیتی ہے۔"

اسلامی نظام نہ تو مذہبی پیشواؤں کے ہاتھ سے قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی سیکولر ذہنیت رکھنے والے سیاست دانوں کے ہاتھ سے۔ مذہبی پیشواؤں کا منتہیٰ و مقصود چند بے روح عبادات و رسومات کی میکانکی پابندی اور بساط سیاست کے مہرہ بازوں کا مطلوب و مقصود حصول اقتدار سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ نظام مذہبی پیشوائیت اور سیکولر سیاست دونوں کو مٹانے کے لئے آتا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ جس نظام میں ان عناصر کی موت ہو' کیا وہ اس نظام کو قائم کرنا چاہیں گے؟ وہ تو اس کی شدید مخالفت کریں گے۔ نفاذ اسلام کے ضمن میں مختلف عناصر کے درمیان جو تصادم و تزاحم پایا جاتا ہے وہ دراصل اسی مخالفت کا غیر شعوری اظہار ہے۔ ورنہ آپ سوچئے کہ کیا اس کا کبھی تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ کسی قوم کے سامنے نصب العین ایک ہو' مطلوب و مقصود ایک ہو' یعنی اسلامی نظام کا قیام اور پھر ساری قوم تشتت و انتشار کا شکار ہو۔ کیا آج یہ صورت حال ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہے۔ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کے ساتھ دست بگریباں ہے' ہر پارٹی دوسری پارٹی کے خلاف نبرد آزما ہے' ہر لیڈر دوسرے لیڈر کے ساتھ برسرپیکار ہے' ہر فرد دوسرے فرد سے الجھ رہا ہے۔ سارا ملک ایک میدان کارزار بنا ہے جس میں ساری قوم اتری ہوئی ہے۔

موجودہ شریعت بل میں قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دیا گیا ہے۔ اس بل کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے ایک آئینی ترمیم کی رو سے سادہ اکثریت کے ساتھ نافذ کیا جا سکے گا۔ اس بل کے مطابق کسی قانون کے اسلامی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اولاً" وہ قرآن کریم کے خلاف نہ ہو اور ثانیاً" وہ سنت نبویؐ کے خلاف نہ ہو۔ قرآن کے متعلق ہر شخص جانتا ہے کہ یہ ایک متعین اور متفق علیہ کتاب ہے۔ اس کا ایک ایک حرف شک و شبہ سے بالا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس شرط کے ساتھ دوسرے جزو یعنی سنت کی بھی یہی پوزیشن ہے؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔ کیونکہ اس وقت دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جا سکے کہ وہ سنت رسول ﷺ کا متفق علیہ مجموعہ ہے۔ نہ ہی ابھی تک یہ طے پا سکا ہے کہ سنت کی تعریف کیا ہے؟ بعض علماء کے نزدیک سنت اور

حدیث الگ الگ ہیں جبکہ دوسرے ایسا فرق ملحوظ رکھنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ بعض کے نزدیک بخاری و مسلم کی کسی ایک حدیث کا انکار بھی کفر ہے۔ جبکہ دوسرے اس دعویٰ کو صحیح نہیں سمجھتے۔ ان تصریحات کی روشنی میں باآسانی کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں ایسا متفق علیہ مجموعہ قوانین مرتب کرنا جو کتاب و سنت سے مطابقت کی شرط کو پورا کرسکے، قطعی طور پر ناممکن ہے۔

اس مشکل صورت حال سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہمیں صرف قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ قرآن واضح اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں کسی قسم کا ابہام یا اشتباہ یا اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اس میں معاشرتی زندگی سے متعلق چند قوانین کے علاوہ زندگی کے تمام معاملات سے متعلق صرف اصولی رہنمائی دی گئی ہے۔ ان کے جزئی احکام متعین کر کے نہیں دیئے گئے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر زمانے کے انسان ان اصولوں کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق باہمی مشاورت سے جزئی قوانین خود مرتب کریں۔ قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہتے ہیں اور ان کے اندر مرتب کردہ جزئیات زمانے کے تقاضوں کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ قرآن کے ان غیر متبدل اصولوں کی جزئیات سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق متعین کی تھیں۔ ان جزئیات کا ہمیشہ کے لئے غیر متبدل رکھا جانا نہ مقصود دین تھا، نہ منشائے رسالت! یہ وجہ تھی کہ حضور ﷺ نے ان جزئیات کو مدون کر کے ان کا مجموعہ امت کو نہ دیا اور نہ ہی خلفائے راشدین نے ایسا کیا۔ پاکستان میں اسلامی قوانین مرتب کرنے کے لئے آج بھی اسی اصول پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہاں مذہبی پیشوائیت کی گرفت معاشرے پر اس قدر مضبوط ہے کہ اس اصول پر عمل کرنا انتہائی انتشار کا موجب بن جائے گا۔ یہاں کی اکثریت جاہل آبادی پر مشتمل ہے۔ جسے مذہب کے نام پر بڑی آسانی کے ساتھ مشتعل کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں اس سے اتفاق ہے کہ ملک میں امن قائم رکھنا ضروری ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں تو ملک میں اسلامی قوانین کی تدوین و تنفیذ کا کوئی امکان نہیں رہتا۔ اس کی امکانی صورت یہی ہوسکتی ہے کہ ملک میں اس نظریئے کی نشرواشاعت عام کی جائے اور دوسری طرف مذہبی پیشوائیت کے اثر کو کم کیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر پاکستان میں نہیں پورے عالم اسلام میں، اسلام کے ایک زندہ نظام زندگی بننے کے امکانات باقی نہیں رہیں گے۔ اور اسلام کا گہوارہ کوئی ایسا ملک بن سکے گا جہاں پہلے سے اسلام موجود نہ ہو۔ اس لئے کہ زندہ قوموں نے تو پھر پھرا کر آخرالامر اسی طرف آنا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور نظام زندگی، زندگی کے تقاضے پورے کر نہیں سکتا۔

وما علینا الا لبلاغ

آپ طلوع اسلام کی مدد کیسے کرسکتے ہیں؟

☆۔ اپنے احباب کو طلوع اسلام کا خریدار بنایئے

☆۔ اپنے شہر میں طلوع اسلام کی ایجنسی قائم کیجئے

☆۔ کسی مقامی ایجنٹ کو تیار کیجئے کہ وہ طلوع اسلام کا لٹریچر منگائے

ممکن ہو تو اپنے علاقے سے طلوع اسلام کے لئے اشتہار مہیا کیجئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضیاء اللہ۔ (گوجرہ)

کھلا خط -- بنام وزیر اعظم پاکستان

محترم وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' -- باعث تحریر آنکہ پندرہویں آئینی ترمیم کے حوالے سے اپنی چند معروضات اور کچھ گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں'۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ عامۃ الناس کی جانب سے مبارکبادوں کے اس "تانتے" میں مجھ جیسے "خوگر حمد" کا تھوڑا سا گلہ اگر آپ کی طبع نازک پر گراں نہ گزرے اور بار خاطر نہ ہو تو میری ان معروضات پر بھی اک نگاہ التفات کیجئے' عین ممکن ہے کہ یہ آہ سحر گاہی آپ کے کار عقدہ کشائی میں ممد و معاون ثابت ہو۔

جناب والا! اس امر سے تو کسی دشمن کو بھی مجال انکار نہیں کہ مملکت خداداد پاکستان کے منصۂ شہود پر لانے کی غرض و غایت ہی نفاذ شریعت اسلامیہ ہے اور جب تک دین برحق کا عملاً" نفاذ نہیں ہوتا' قیام پاکستان کی ہر توجیہ ہی بے بنیاد ہے۔ لیکن نفاذ شریعت کے ضمن میں جو اشکالات و ابہامات درپیش ہیں ان کا ازالہ بھی بہر طور وقت کی اہم ترین ضرورت ہے بصورت دیگر جوں جوں وقت گزرتا جائے گا یہ اشکالات و ابہامات ایسے لاینحل مسائل کی صورت اختیار کر لیں گے جن کا تدارک کسی بھی طور ممکن نہیں رہے گا۔ آپ سے قبل بھی جو لوگ یہاں تخت نشین تھے' اپنی سی سعی و کاوش کر چکے لیکن نفاذ شریعت کے ضمن میں کی جانے والی ہر سعی و کاوش' سعی ناکام اور کار لا حاصل ثابت ہوئی۔ چہ جائیکہ اس ضمن میں مثبت انداز میں کچھ پیش رفت ہوتی نفاذ اسلام کا عمل مذاق بن کر رہ گیا۔ ہر حکمران نے جلب منفعت کے لئے دین برحق کو تختہ مشق بنالیا۔

ہر شہنشاہ نے "مذہب" کا سہارا لے کر
ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق

(ساحر بہ ترمیم)

جناب والا!

پاکستان کے سادہ لوح عوام جو اسلام سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں کبھی تو سیاسی طالع آزماؤں کے استحصال کا شکار رہے اور کبھی مذہبی پیشواؤں کے ہاتھوں میں کھلونا بنتے رہے اور یوں اس کھیل کود میں اپنی منزل سے کوسوں دور رہ گئے لیکن ایک بھی دیدہ ور ایسا نہ ملا جو انہیں منزل مراد کا کوئی سراغ دے پاتا اور اگر کوئی دیدہ ور ملا بھی تو اس پر کفر کے اتنے فتوے چسپاں کئے گئے کہ حقیقت نگاہوں سے اوجھل ہو گئی آخر ہم کب تک اپنی مفاد پرستیوں کے لئے دین و مذہب کی آڑ میں یہ کھیل کھیلتے رہیں گے۔۔

کھیل بچوں کا ہوا' دیدۂ بینا نہ ہوا

اب آئین میں اس پندرہویں ترمیم ہی کو لیجئے' اس کے مطابق دستور پاکستان میں آرٹیکل (2- ب) کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ قرآن مجید اور سنت

رسول ؐ پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون ہو گا۔ جہاں تک قرآن مجید کا تعلق ہے یہ بات یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہے کہ یہ ایک کتاب کی شکل میں نہ صرف موجود ہے بلکہ ہمیشہ کے لئے ہر نوع کی تحریف اور دست برد سے محفوظ و مامون ہے لیکن جہاں تک سنت کا تعلق ہے' اس روئے زمین پر کوئی بھی ایسی کتاب موجود نہیں ہے جسے سنت کی حتمی اور قطعی کتاب قرار دیا جا سکے۔ فروعات کے ضمن میں تو اختلاف موجود ہی ہے تاہم یہ امر بھی ایک زندہ حقیقت ہے کہ آج تک سنت کی بنیادی تعریف پر بھی اتفاق نہیں ہو پایا۔ مثلاً"

1- کچھ مسالک کے نزدیک کتب احادیث اور ذخیرہ روایات میں جو بھی کچھ موجود ہے وہ سنت ہے۔

2- کچھ کے نزدیک سنت جمہور امت کے تعامل سے عبارت ہے۔

3- کچھ مکاتیب فکر احادیث و روایات اور جمہور امت کے تعامل کو تواتر اور توارث سے مشروط کرتے ہیں' اور اسے سنت قرار دیتے ہیں۔

4- کچھ احباب ظاہری کی بجائے "باطنی" سنت کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک علمی مباحث کی بجائے اس سنت کی پیروی لازم ہے جو ان کے بقول حضورؐ رسالتماب سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی ہوئی صوفیاء اور اولیاء کے توسط سے بلکہ "توسل" سے عطا ہوئی ہے۔

5- کچھ لوگ اس خیال کے حامل ہیں کہ فیضان سنت دراصل امام العصر اور مجتہد زمانہ کی تقلید اور پیروی کا نام ہے' کیونکہ وہی بجا طور پر بتا سکتا ہے کہ سنت کی فی زمانہ تشریح و تعبیر کیا ہو گی۔

6- کچھ احباب کے نزدیک قرآن مجید ہی کی پیروی' سنت کی پیروی ہے۔

اس قدر متنوع' متضاد بلکہ باہم متصادم آراء و افکار کی موجودگی میں سنت کی کسی ایک تعریف ہی پر اتفاق رائے امر محال ہے چہ جائیکہ اس کی تشریح و تعبیر پر کامل اتفاق پیدا کرنے کی سعی کی جائے۔ جہاں تک تشریح و تعبیر کا معاملہ ہے اس ضمن میں تو قرآن مجید کی تفسیرات کا اختلاف بھی کچھ کم ابہامات کو جنم نہیں دیتا۔ ہر فرقے نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا رکھی ہے اور ہر فرقے کے ملا کی دوڑ بس اسی کی مسجد تک ہے۔ **لذا کل بما لدیھم فرحون** کے مصداق جو کچھ بھی کسی کے پاس ہے وہ اسی پر ریجھا بیٹھا ہے۔

ہمارے ہاں اس صورت حال نے کئی قسم کی پیچیدگیوں کو جنم دے دیا ہے' معاشرے میں وہ افتراق و انتشار کی فضا ہے کہ خدا کی پناہ۔ اب یہ اختلافات محض زبانی کلامی حد تک نہیں رہے بلکہ ضبط و تحمل کی تمام حدود و قیود کو پار کر کے مذہبی دہشت گردی اور انارکی کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ مسلمانوں کا خون مسلمانوں ہی کے لئے حلال ہو چکا ہے۔ عبادت گاہیں کشت و خونریزی کی آماجگاہیں بن چکی ہیں۔ دینی و مذہبی جماعتیں غنڈے پالنے میں لگی ہوئی ہیں اور اپنی اس بےراہ روی میں فکر عاقبت تک گنوا بیٹھی ہیں۔

دریں حالات ہمارے ہاں نفاذ اسلام کا مسئلہ ایک انتہائی پیچیدہ مسئلہ ہے' جس کے لئے سعودی عرب' ایران اور افغانستان کو قابل تقلید مثال ٹھہرانا حقائق سے اعراض اور چشم پوشی کے مترادف ہے۔ سعودی ملوکیت کے زیر اثر جو کچھ بھی سعودی عرب پر مسلط ہے وہ اسلام نہیں ہے بلکہ محض ایک فرقے کی اجارہ داری ہے' بعینہ ایران میں مذہبی پیشوائیت کے زیر اثر جو بھی کچھ ہو رہا ہے وہ ایک مخصوص فرقے کا خود تراشیدہ نظام ہے کوئی خدائی قانون نہیں۔ افغانستان کی صورت حال بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے بلکہ کہیں زیادہ گھمبیر ہے۔ ان ممالک کا المیہ یہ ہے کہ یہاں کسی ایک فرقے کی غالب اکثریت یا "فوجداری" اثر و نفوذ نے قوم کے منتشر شیرازے کو یکجا

کر رکھا ہے اور اگر کوئی مخالفت ہے تو وہ بھی برائے نام ہے اور کہیں کونوں کھدروں میں چھپی بیٹھی ہے۔ ہماری طرح ان کے ہاں مختلف مسالک و مکاتیب فکر کا اژدحام نہیں ہے' ان کے نقارخانوں میں صرف انہی کے نظام کا ڈنکا بجتا رہتا ہے اور انہیں کوئی دوسری صدا سنائی نہیں دیتی۔ آزادی اظہار ہے تو وہ پابند طوق و سلاسل ہے آزادی افکار ہے تو وہ پابہ جولاں ہے' اگر اس قسم کے نظام کو اسلامی نظام کہا جاتا ہے جو سعودی عرب' ایران اور افغانستان میں رائج ہے تو پھر توبہ ہی بھلی۔

آپ کو شاید یہ بات معلوم ہی ہو کہ قرآن مجید میں فرقوں کی کس قدر مذمت آئی ہے اور انہیں کس درجہ معتوب ٹھہرایا گیا ہے لیکن مقام افسوس ہے کہ پندرہویں آئینی ترمیم کے توسط سے فرقوں کو ختم کرنے کی بجائے انہیں مستقل وجود عطا کر دیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ شق (2- ب) کے اطلاق میں "قرآن اور سنت" کی عبارت کا مفہوم وہی ہو گا جو اس فرقے کی طرف سے توضیح شدہ قرآن و سنت کا ہے"۔ میں بصد حسرت و افسوس یہ عرض کروں گا کہ مجھے اس قسم کے "کار خیر" کی توقع اس مسلم لیگ سے نہیں تھی جس نے اس قائداعظمؒ کی قیادت میں یہ ملک حاصل کیا جو ہر نوع اور ہر قسم کے فرقوں کے سخت خلاف تھا جو فرقوں کو جڑ سے اکھاڑ کر ختم کر دینا چاہتا تھا' جس نے فرقہ پرستی کو ایک لعنت ٹھہرایا تھا۔ آج اسی قائداعظمؒ کی جماعت' اس کے بنائے ہوئے ملک میں فرقوں کو ایک مستقل وجود عطا کر رہی ہے' کیا ہی اچھا ہوتا اگر اس کی بجائے یہ شق اس آئینی ترمیم میں موجود ہوتی کہ ہر نوع اور ہر قسم کے مذہبی فرقوں کا خاتمہ کر دیا جائے گا' تاکہ یہ قضیہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی موت آپ مر جاتا۔ کیا حضرت اقبالؒ نے اسی پاکستان کا خواب دیکھا تھا جہاں فرقہ بازوں کو کھمبیوں اور جڑی بوٹیوں کی طرح سرعام اگنے کی اجازت دے دی جائے گی۔

جناب والا! اس آئینی ترمیم میں ہر فرقے سے متعلق افراد کے معاملات کا فیصلہ اسی فرقے کے شخصی قانون (Personal Law) کے مطابق ہونے کا عندیہ دیا گیا ہے۔ مجھے بتائیے کہ اس صورت حال میں میرا اور مجھ جیسے بہت سے دوسرے مسلمانوں کا کیا بنے گا کہ جو خود کو کسی بھی فرقے میں شمار نہیں کرتے۔ جو خود کو کسی کھاتے میں ڈالنا اپنی مسلمانی کی توہین سمجھتے ہیں۔ میرا تو کوئی فرقہ ہے ہی نہیں' پھر میرا فیصلہ کس فرقے کے Personal Law کے مطابق ہو گا؟ دوسرے یہ کہ اگر دو مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے میاں بیوی میں کوئی تنازعہ پیدا ہو جاتا ہے تو ان کا فیصلہ کس فرقے کے Personal Law کو مدنظر رکھ کر کیا جائے گا؟ آج اس شاعر مشرق کی روح تڑپ رہی ہو گی جس نے کہا تھا۔ ؎

فرقہ بندی ہے کہیں' اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

میرا دل آپ سے انصاف طلب ہے کہ آپ خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ ایک طرف آپ قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کی بات کر رہے ہیں اور دوسری طرف اسی قرآن و سنت سے صریح انحراف کرتے ہوئے فرقوں کو مستقل وجود عطا کر رہے ہیں' ایں چہ بوالعجبی است۔ ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اس سے آگے بڑھیے۔ اس آئینی ترمیم کے مطابق زکوٰۃ اور صلوٰۃ کا نظام قائم کیا جائے گا مجھے نہیں معلوم کہ یہ ترمیمی بل وضع کرنے والوں کے تصورات میں زکوٰۃ اور صلوٰۃ کا کیا مفہوم ہے لیکن دین برحق کی حقیقی معرفت اور علم رکھنے والے یہ بخوبی جانتے ہیں کہ زکوٰۃ و صلوٰۃ کی یہ اصطلاحات وسعت معانی کے اعتبار سے اس قدر جامع ہیں کہ اپنے اندر معانی کی ایک کائنات رکھتی ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس بل کے وضع کنندگان نے زکوٰۃ کو طبقہ

امراء و رؤسا کے دروں سے دی جانے والی خیرات اور صلوۃ کو محض پانچ وقت کی پوجا پاٹ جیسی تکناؤں میں بہا دیا ہو گا' کیونکہ ہمارے ہاں صلوۃ اور زکوۃ کا یہی حشر ہوتا رہا ہے۔۔

سطوت توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذر برہمن ہو گئیں
(اقبالؒ)

جناب والا! آپ مجھے یہ جواب بھی دیجئے کہ آپ زکوۃ کی شرح کس سنت کے مطابق متعین کریں گے کیونکہ اس کی شرح کے ضمن میں مختلف فرقوں کے درمیان اختلافات کی خلیج کافی وسیع ہے' قرآن مجید تو انفاق فی سبیل اللہ کا نصاب العفو (ضرورت سے زائد سب کا سب مال) مقرر کرتا ہے لیکن روایات کا دفتر زکوۃ کی شرح کو اڑھائی فیصد تک محدود کر دینے پر مصر ہے' تاکہ اس کے بعد قوم کے امراء و رؤسا کو کھلی چھٹی دے دی جائے کہ وہ باقی کے "پاک مال" سے گل چھرے اڑاتے پھریں۔ اقبال تو گزشتہ نصف صدی سے اس بات کا منتظر ہے کہ ۔

جو حرف قل العفو میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

لیکن ہمارے بزر جمہر اس فقہ اور دفتر روایات کے راگ الاپ رہے ہیں جو امت مسلمہ کے دور انحطاط کی پیداوار ہے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ تین خلفائے راشدینؓ کو قتل کیا گیا' نواسہؓ رسولؐ کو دشت کربلا میں تہ تیغ کر دیا گیا اور اس سے قبل حضرت حسنؓ کو زہر دے کر قتل کر دیا گیا' حضرت ابو ذر غفاریؓ کو اس جرم کی پاداش میں ایک لق و دق صحرا میں جلا وطن کر دیا گیا کہ وہ سنت رسولؐ کی پیروی میں مال جمع کرنے کے خلاف تھے اور عوام الناس میں اس کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ حضورؐ کے جاں نثار صحابیؓ زبیرؓ بن العوام کے فرزند ارجمند ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سگے بھانجے' اور اس حضرت اسماءؓ کے بیٹے جو غار ثور میں حضورؐ کو کھانا پہنچاتی تھیں' صدیق اکبرؓ کے نواسے یعنی حضرت عبداللہؓ بن زبیر کو دردناک طریقے سے قتل کر دیا جاتا ہے اور ان کا سر حجاج بن یوسف بڑے فخر سے حضرت اسماءؓ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ یہ تو محض چند واقعات ہیں دفتر تاریخ میں کشت و خون اور فتنہ و فساد کے ایسے کتنے ہی اوراق موجود ہیں۔ اس دور جبر و استبداد میں کیا کچھ نہیں تراشا گیا' کیا کچھ وضع نہیں کیا گیا اور جب فتنہ و فساد کا یہ سو سالہ دور اپنے منطقی انجام کے قریب پہنچا تو فقہ و حدیث کی تدوین شروع ہوئی اور اس تدوین فقہ و حدیث کے نام پر حضورؐ سے وہ کچھ منسوب کر دیا گیا جس کا وہم و گمان بھی صدر اول میں ناممکن تھا۔۔

تمدن' تصوف' شریعت کلام
بتان عجم کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی
(اقبالؒ)

اب آپ ہی بتایئے کہ کیا اس دور انحطاط کے تراشیدہ دفتر روایات کو کسی بھی طور کوئی دانشمند سنت قرار دے سکتا ہے اگر یہ واقعی سنت رسولؐ ہے تو ہمارے سر آنکھوں پر کہ

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

لیکن اگر یہ محض حضورؐ سے منسوب دفتر روایات ہے تو اس کی صحت کے بارے میں تحقیق کئے بغیر اسے سنت قرار دے دینا' انتہائی مضحکہ خیز حرکت ہے۔

جناب والا! مجھے تو اندیشہ ہے کہ "اپنے مسلک کو چھوڑو نہیں اور کسی کے مسلک کو چھیڑو نہیں" جیسے گمراہ کن فلسفوں کے زیر اثر تراشیدہ اس ترمیمی بل سے مزید ابہامات کے دروازے کھلیں گے اور فرقہ بازی کو ابدی دوام مل جائے گا۔ بہت سے الفاظ بظاہر بڑے خوشنما دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کی تہہ میں فتنہ و فساد کے طوفاں ابلتے

رہتے ہیں جو کسی بھی وقت لاوے کی شکل میں پھٹ کر پورے معاشرتی نظام کا شیرازہ بکھیر سکتے ہیں۔ آج تو اس بل سے بظاہر یوں لگ رہا ہے کہ۔

نشیب ارض پہ ذروں کو مشتعل پا کر
بلندیوں پہ سفید اور سیاہ مل ہی گئے
جو یادگار تھے باہم ستیزہ کاری کی
بہ فیض امن وہ دامن کے چاک سل ہی گئے
جہاد ختم ہوا دور آشتی آیا
سنبھل کے بیٹھ گئے محملوں میں دیوانے
ہجوم تشنہ لباں کی نگاہ سے اوجھل
چھلک رہے ہیں شراب ہوس کے پیمانے

آپ میری اس تلخ نوائی کو گستاخی و بیباکی نہ سمجھ لیجئے یہ تو اک نوائے جگر گداز ہے یہ تو اک صدائے دلکشا ہے جس کا مقصود دلوں کی کشود ہے کہ۔

دلوں کی الجھنیں بڑھتی رہیں گی
اگر کچھ مشورے باہم نہ ہوں گے

الحمد للہ میں ایک مسلمان ہوں اور خود کو صرف اور صرف مسلمان ہی گردانتا ہوں۔ اپنے قائداعظمؒ کی طرح نہ سنی ہوں نہ شیعہ اور اپنے شاعر مشرقؒ کی طرح

نے ابلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند

ہر مسلمان کی طرح میرے دل میں بھی یہ آرزو ہے کہ میں قرآن مجید پر عمل پیرا رہوں' اس جادۂ ختم الرسل ﷺ کا مسافر بنوں جس پر صدیقؓ و فاروقؓ جادہ پیما رہے لیکن اس پندرھویں ترمیم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ اس نے میری تنگی داماں کے علاج کی بجائے مجھے چند کلیوں پر قناعت کی راہ سجھا دی ہے' اس نے مجھے قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کا مژدہ جاں فزا تو سنایا لیکن ساتھ ہی ساتھ مجھے فرقہ بازی کی تلقین بھی کر دی' باطل کی یہ دوئی پسندی اس حق کو کیونکر خوش آسکتی ہے جو لاشریک ہو' لیکن ہمارا حال تو بنی اسرائیل کا سا ہو چکا ہے کہ۔

رند کے رند رہے' ہاتھ سے جنت نہ گئی

جناب والا! عشق کو جو بھی کچھ فریاد لازم تھی وہ کر گزرا اب مناسب یہی معلوم دیتا ہے کہ اس فریاد کی کوئی تاثیر بھی برآمد ہو۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اگر آپ مجھ جیسے احقر العباد کی یہ چند تجاویز زیر غور لے آئیں۔

آپ اس پندرھویں آئینی ترمیم کا متن از سرنو متعین فرما دیجئے یا موجودہ متن کے بعض حصوں میں مناسب ترامیم فرما لیجئے تاکہ حقیقی معنوں میں قرآن و سنت کا نظام قائم ہو سکے۔ اگر آپ یہ ترامیم فرما لیں تو پھر اس ترمیم شدہ متن کی صورت کچھ یوں ہو گی کہ

آرٹیکل (2- ب)

1- قرآن مجید بعینہٖ ملک کا اعلیٰ ترین آئین و قانون ہو گا۔

2- قرآن مجید کی وہی تشریح و تعبیر اور توضیح و تفسیر قابل قبول ہو گی جو خود قرآن مجید ہی سے کی جائے گی اور اسی دلیل کو معتبر تسلیم کیا جائے گا جو قرآن مجید سے دی جائے گی۔

3- قرآن مجید کے بعد حضرت محمدؐ مصطفیٰ کی سنت کو ہر طرح کے دیگر آئین و قوانین پر برتری حاصل ہو گی۔

4- سنت کی وہی تشریح و تعبیر اور توضیح و تفسیر قابل قبول ہو گی جو قرآن مجید سے ثابت ہو گی اور جس کے لئے دلائل و براہین خود قرآن مجید ہی سے فراہم کئے جائیں گے۔

5- قرآن و سنت کی رو سے قانون سازی اور اجتہاد کا حق پارلیمنٹ کو حاصل ہو گا اور اس کی تشریح و تعبیر عدلیہ کی ذمہ داری ہو گی۔

6- پارلیمنٹ اور عدلیہ صرف ایسے افراد پر مشتمل ہوں گی جو عربی زبان، قرآن مجید اور سنت کی فہم و فراست اور علم رکھتے ہوں اور جن کا عمل خاطر خواہ طور پر قرآن و سنت کے مطابق ہو، نیز وہ جدید علوم دنیوی سے بھی اس قدر بہرہ مند ہوں کہ کاروبار حکومت اور نظم بست و کشاد کو بخوبی سمجھ سکیں اور جن کا انتخاب قرآن و سنت میں بیان کئے گئے اصول و احکام کی روشنی میں کیا گیا ہو، نیز یہ کہ ان کا تعلق کسی بھی خاص مسلک، گروہ یا مکتبہ فکر یا فرقے سے نہ ہو۔

7- مسلمانوں کے تمام مذہبی فرقوں پر مکمل پابندی عائد کر دی جائے گی اور اس ضمن میں مندرجہ ذیل اقدامات کئے جائیں گے۔

(i) پیشہ ور امامت، ملائیت، پیری مریدی اور مذہبی پیشوائیت کو ختم کر دیا جائے گا۔

(ii) دینی اور دنیوی تعلیم کی ثنویت ختم کر دی جائے گی، دینی تعلیم عام سکولوں میں دی جائے گی اور تمام دینی مدارس کو بند کر دیا جائے گا۔

(iii) تمام مسجدیں سرکاری کنٹرول میں لے لی جائیں گی اور ان میں عوام کے منتخب نمائندے بطور امام (کونسلر/امیر) مقرر کئے جائیں گے۔

(iv) تمام فرقوں کے مخصوص اداروں، "اڈوں"، رسومات، رواجات اور تقریبات وغیرہ پر پابندی لگا دی جائے گی۔

(v) اپنے آپ کو کسی بھی فرقے سے متعلق کرنے والے کے خلاف سخت تادیبی اور تعزیری کاروائی عمل میں لائی جائے گی۔

8- وفاقی حکومت صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا ایسا نظام نافذ کرے گی کہ

(i) زکوٰۃ کے نظام کے تحت حکومت ہر فرد معاشرہ کو بلا امتیاز خوراک، علاج لباس، رہائش اور تعلیم فراہم کرنے کی ذمہ دار ہو گی اور ہر شخص بلا امتیاز ان تمام بنیادی ضروریات کا مساوی حقدار ہو گا۔ نیز ضرورت سے زائد مال اپنے تصرف میں رکھنے پر پابندی ہو گی اور انفاق فی سبیل اللہ کا معیار "العفو" کو ٹھہرایا جائے گا۔ حکومت ہر فرد معاشرہ کی ضروریات کی کفیل خود ہو گی۔

(ii) صلوٰۃ کے نظام کے تحت خدا اور بندے کے حقیقی تعلق کو معاشرے میں وسیع پیمانے پر اس طرح عام کیا جائے گا کہ روش روش پر اس کی رحمت و ربوبیت کے مظاہر دیکھنے کو ملیں۔ مساجد کو اس نظام میں اساس کی حیثیت حاصل ہو گی۔ صالحین باہمی مشاورت سے یہ نظام قائم کریں گے اور مسلمانوں کا سماجی و سیاسی مرکز و محور ان کی مساجد ہوں گی۔

مگر جناب وزیراعظم! امیں بھی شاید شاعر مشرق کی طرح خواب دیکھ رہا ہوں، حقیقت میں تو مجھے پندرہویں ترمیم کے "گل کھلتے" نظر آ رہے ہیں، اور مجھے اس آتش گل سے یہ خوف آ رہا ہے کہ کہیں یہ چمن کو جلا کر نہ رکھ دے۔

سنا ہے ہو بھی چکا ہے فراق ظلمت و نور
سنا ہے ہو بھی چکا ہے وصال منزل و گام
بدل چکا ہے بہت اہل درد کا منشور
نشاط وصل حلال اور عذاب ہجر حرام
ابھی گرانی شب میں کمی نہیں آئی
نجات دیدہ و دل کی گھڑی نہیں آئی

بصد حسرت و تاسف میں اس شعر کے ساتھ رخصت کی اجازت چاہتا ہوں۔

دعا بہار کی مانگی تو اتنے پھول کھلے
کہیں جگہ نہ ملی میرے آشیانے کو

والسلام
آپ کا خیر اندیش
(ضیاء اللہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عصمت ابو سلیم

چیونٹی اور سلیمان علیہ السلام

قرآن حکیم میں "نمل" کا لفظ اس کے عام لغوی معنی (چیونٹیاں) میں استعمال ہوا ہے یا اس سے اس نام کا ایک قبیلہ یا قوم مراد ہے؟ یہ مسئلہ عرصہ سے ماہنامہ "اشراق" اور مجلّہ "طلوع اسلام" کے مابین موضوع بحث ہے۔ اگست، ستمبر اور اکتوبر 1996ء میں جب علامہ رحمت اللہ طارق کا ایک مقالہ موخر الذکر مجلّہ میں تین اقساط میں شائع ہوا تو اس موضوع سے دلچسپی کے باعث میں نے یہ شمارے حاصل کر کے مطالعہ کئے۔ مقالہ مدلل تھا۔ تاہم "اشراق" کا اس سے اطمینان نہیں ہوا اور اس نے اپنے اعتراضات از سر نو دہرائے۔ مجھے معلوم ہوا تو اس ماہنامہ کے مئی 1996ء اور اکتوبر 1997ء کے شمارے خرید کر پڑھے۔ یہ دونوں مقالے جناب طالب محسن استاد کلیہ حدیث کے قلم سے تھے۔ میں نے بعض اعتراضات رفع کرنے کی اپنی سی کوشش کے طور پر "چیونٹی" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا، جو مجلّہ "طلوع اسلام" کے جنوری 1998ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ اب جناب طالب محسن نے "اشراق" اگست 1998ء میں "بسلسلہ چیونٹی" کے عنوان سے میرے مذکورہ بالا مقالہ کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے: "اس مضمون میں پہلی مرتبہ متوسلین پرویز کی طرف سے میرے استدلال کے اصل نکات کا جائزہ لینے کی مقدور بھر کوشش کی گئی ہے"۔

حقیقت یہ ہے کہ میں نے کسی کتاب یا رسالہ میں سورہ النمل کی آیت 18 کا پرویز مرحوم کی طرف سے کیا گیا کوئی ترجمہ، اس کی کوئی تشریح یا توضیح یا اس بارے میں ان کی کوئی تحقیق آج تک نہیں پڑھی۔ مجلّہ "طلوع اسلام" کا مطالعہ کرنے کا بھی کبھی کبھار اتفاق ہوتا تھا۔ اس میں میرے مذکورہ بالا مقالہ کی اشاعت کے بعد رسالہ کے ناظم اور مدیر مسئول جناب محمد لطیف چوہدری کی مہربانی سے یہ پرچہ اب مجھے باقاعدگی سے ارسال کیا جا رہا ہے، جس کیلئے میں چوہدری صاحب اور ادارہ "طلوع اسلام" کا ممنون ہوں۔ اس پس منظر میں کلیہ حدیث میں استاد کے منصب عالی پر فائز جناب طالب محسن کا مجھے یکے از متوسلین پرویز کے لقب سے ملقب کرنا کسی طرح مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جہاں تک علامہ رحمت اللہ طارق صاحب کا تعلق ہے تو وہ ایک آزاد خیال محقق ہیں۔ علامہ عنایت اللہ اثری مرحوم کی تحقیق بھی مستقل حیثیت رکھتی ہے۔ یہ دونوں عالم پرویز مرحوم کے ہمعصر رہے۔ ان سے قبل عظیم مفکر قرآن خواجہ احمد الدینؒ امرتسری بھی اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ نمل ایک انسانی گروہ ہے جس سے واضح ہے کہ اس موضوع پر پرویز مرحوم منفرد نہیں تھے۔

آیئے اب دیکھیں کہ جناب طالب محسن نے میرے مقالہ پر کیا موقف اختیار کیا ہے۔ جناب طالب کا اصرار تھا کہ اگر "نمل" کسی قبیلہ کا نام ہوتا تو اس کے ساتھ بنو وغیرہ کا لفظ ہونا چاہئے تھا۔ میں نے نظم و نثر سے اقتباسات پیش کر کے ثابت کیا کہ اس قسم کا سابقہ ضروری نہیں۔

محترم طالب محسن نے اب یہ تو تسلیم کر لیا ہے کہ قبیلہ کا نام کسی سابقہ کے بغیر بھی لکھا اور بولا جاتا ہے اور یہ مان لیا ہے کہ اگر کسی شخص کا نام بھی وہی ہو جو اس کے قبیلہ کا ہے تو اس صورت میں اسم نسبت استعمال نہیں کیا جائے گا۔ اس ضمن میں' میں نے یہ مثال پیش کی تھی کہ قبیلہ اسد کے کسی فرد کا نام بھی اسد ہو تو اسے اسد ہی کہا جائے گا' اسدی نہیں۔ لیکن پھر سوال داغ دیا ہے کہ قبیلہ کا نام اگر نمل ہے تو پھر "نملہ" کیا ہے اور اگر نملہ ہے تو پھر نمل کس بلا کا نام ہے۔ جناب محترم! اگر نمل نامی کسی قبیلہ کے کسی فرد (مذکر و مونث) کا نام نملہ ہو تو آپ کیا کہیں گے؟ کیا اس صورت میں بھی اپنے مشہور زمانہ قاعدہ کا اندھا دھند اطلاق کرتے ہوئے اسے جبرا" مذکر کیلئے نملی اور مونث کیلئے نملیہ کہنے پر اصرار کریں گے؟

المنجد میں ہے: **الزنج والزنج جمع زنوج: قوم من السود ان واحدهم زنجی وقد یقال له زنج**: ایک حبشی قوم واحد کو زنجی اور کبھی زنج بھی کہا جاتا ہے۔ اس مثال سے صرف یہ حقیقت ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ہر لفظ کا واحد جمع کا قاعدہ یکساں نہیں لہٰذا سب پر ایک ہی قاعدہ کا اطلاق کرنا درست نہیں ہو گا۔

2- جناب طالب محسن کا اصرار تھا کہ نملہ اگر اسم علم ہے تو عربی قواعد کی رو سے غیر منصرف ہے جبکہ قرآن حکیم میں نملہ منصرف استعمال ہوا ہے۔ اس پر میں نے غیر منصرف اسماء علم کے قواعد سے ثابت کیا تھا کہ ایسے اسماء منصرف بھی استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ اب موصوف نے یہ تو تسلیم کر لیا ہے کہ نملہ تنوین کے باوجود علم ہو سکتا ہے اور یہ قاعدہ درست ہے لیکن ساتھ ہی کہا ہے کہ اس قاعدے کا اطلاق اس آیہ کریمہ پر کسی طرح بھی درست نہیں اور یہ کہ اس آیہ کریمہ میں نملہ اگر اسم علم ہے تو اس کو نکرہ استعمال کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں توجیہ کی ہے کہ جب کوئی علم نکرہ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے درحقیقت وہ شخص نہیں اس کی صفات مراد ہوتی ہیں' جبکہ اس آیت میں نملہ سے مراد اس لفظ سے موسوم اصل فرد کی ذات ہی ہونی چاہئے اور مزید لکھا ہے کہ اس قاعدے کے تحت جو اسماء علم استعمال کئے جاتے ہیں ان کی متعلقہ صفات مخاطب پر پوری طرح واضح ہوتی ہیں جبکہ نملہ نامی کسی ملکہ کی صفات تو کیا اس کا نام بھی عرب قبائل کی تاریخ میں معروف نہیں۔ ایسی ملکہ کو دریافت کرنا ابھی تک غیر معمولی تحقیقات کا متقاضی ہے چنانچہ کسی بھی پہلو سے دیکھا جائے اسے علم قرار دینا ممکن نہیں"۔

یہاں جناب طالب محسن نے خلط مبحث بھی کیا ہے اور مغالطہ سے بھی کام لیا ہے۔ اس خاکسار نے غیر منصرف اسماء علم کو نکرہ بنانے کی دو مثالیں دی تھیں۔ (1) یہ کہ اگر معین شخص کی صفات کا حامل کوئی اور بھی ہو یا ہوں (2) یہ کہ ایسے کسی نام کی جماعت کا ایک فرد مراد ہو۔ میں نے دوسری مثال کے تحت "نملہ" کا ذکر کیا تھا۔ جناب محسن کا سارا استدلال صرف پہلی مثال کے گرد گھوم رہا ہے' فلہذا غیر متعلق ہے۔ جہاں تک نملہ کے ملکہ ہونے کا تعلق ہے تو اس کا اشارہ زیر بحث آیت میں اس کا اپنی قوم سے یہ کہنے سے ملتا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں چلے جائیں۔ اسی بنا پر میں نے زیر بحث آیت کی تشریح اس طرح کی تھی:

قالت نملة (تعلکهم) یا ایها النمل ادخلوا مساکنکم........

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ "نملہ نامی ملکہ کی صفات تو کیا اس کا نام عرب قبائل کی تاریخ میں معروف نہیں الخ"۔ تو عرض ہے کہ تاریخ میں کسی کا عدم ذکر اس کے عدم وجود کی دلیل نہیں بن سکتا۔

علامہ رحمت اللہ طارق اور علامہ عنایت اللہ اثری

مرحوم نے نمل قوم کے متعلق بہت سے تاریخی حوالے دیئے ہیں (طلوع اسلام اگست، ستمبر 1996ء اور جنوری 1998ء)- ان پر جناب طالب محسن نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

جناب طالب محسن نے (اشراق- مئی 1996ء صفحہ 24-25) تفہیم القرآن میں سورہ نمل کے اس مقام کی تشریح کے طور پر جیوش (Jewish) انسائیکلوپیڈیا کے حوالہ سے مودودی صاحب کے نوٹ کا یہ اقتباس پیش کیا ہے۔

"بنی اسرائیل کی روایات میں بھی یہ قصہ پایا جاتا ہے۔ مگر اس کا آخری حصہ قرآن کے خلاف اور حضرت سلیمانؑ کی شان کے بھی خلاف ہے۔ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ جب ایک وادی سے گزر رہے تھے، جس میں چیونٹیاں بہت تھیں، تو انہوں نے سنا کہ ایک چیونٹی پکار کر دوسری چیونٹیوں سے کہہ رہی ہے کہ اپنے گھروں میں گھس جاؤ ورنہ سلیمانؑ کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں گے۔ اس پر حضرت سلیمانؑ نے اس چیونٹی کے سامنے بڑے تکبر کا اظہار کیا اور جواب میں چیونٹی نے ان سے کہا۔ تمہاری حقیقت کیا ہے۔ ایک حقیر بوند سے تو تم پیدا ہوئے ہو۔ (ج 11 ص۔ 43)"

اس اقتباس کی تشریح کرتے ہوئے جناب طالب محسن نے لکھا ہے:

"قرآن مجید اور اسرائیلی روایت میں چیونٹی سے متعلق حصہ میں مکمل اتفاق ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے بارے میں صحیح بات بیان کر کے اس بات کی تردید کر دی کہ حضرت سلیمانؑ نے چیونٹی کے سامنے تکبر کا اظہار کیا تھا، اسی طرح اس غلطی کی بھی اصلاح ہونی چاہئے تھی۔ کہ نمل سے چیونٹیاں نہیں انسانی گروہ مراد ہے"۔

ھذہ سذاجۃ مابعدھا سذاجۃ۔ قرآن مجید نے اس بات کی تردید کی ہے کہ وادی میں چیونٹیاں تھیں۔ جبھی تو زیر بحث آیت میں نمل کے لئے جمع مذکر کے صیغے اور ضمائر استعمال فرمائے۔ اس لطیف انداز کی تردید کی وجہ سے قرآن کریم کو یہ نہیں کہنا پڑا کہ نمل سے چیونٹیاں نہیں انسانی گروہ مراد ہے۔ کیا طالب محسن صاحب ازراہ کرم بتائیں گے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے چیونٹی کے سامنے تکبر کے اظہار کی تردید اس آیت میں کہاں ہے؟۔

نمونا" قرآن مجید کے خوبصورت انداز تردید کی ایک اور مثال ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

تورات میں ہے: "اور خداوند نے موسیٰؑ سے کہا کہ یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔ اس نے کہا: لاٹھی۔ پھر اس نے کہا: اسے زمین پر ڈال دے۔ اس نے اسے زمین پر ڈالا اور وہ سانپ بن گئی اور موسیٰؑ اس کے سامنے سے بھاگا۔ تب خداوند نے موسیٰؑ سے کہا: ہاتھ بڑھا کر اس کی دم پکڑ لے۔ اس نے ہاتھ بڑھایا اور اسے پکڑ لیا۔ وہ اس کے ہاتھ میں لاٹھی بن گیا (خروج باب 4 آیت 2-5)- عربی تورات میں "وہ سانپ بن گئی" کیلئے "**صارت حیۃ**" "ہاتھ بڑھا کر اس کی دم پکڑنے" کیلئے "**مد یدک وامسک بذنبھا**" اور "وہ (سانپ) اس کے ہاتھ میں لاٹھی بن گیا" کیلئے "**فصارت عصا فی یدہ**" کے جملے دیئے گئے ہیں۔

قرآن مجید میں اس کی تصحیح یوں کی گئی: **والق عصاک فلما راھا تھتز کانھا جان ولی مدبرا ولم یعقب** (27:10) "تم اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو، سو جب انہوں نے اس کو اس طرح حرکت کرتے دیکھا جیسے سانپ ہو تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا" (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

یعنی لاٹھی نہ سانپ بنی اور نہ ہی اس کی کوئی دم تھی۔ قرآن مجید نے یہ کہنے کے بجائے کہ یہ غلط ہے کہ لاٹھی سانپ بن گئی تھی اور اس کے کوئی دم بھی لگ گئی

تھی، محض "لاٹھی کو اس طرح چلتے دیکھ کر جیسے وہ سانپ ہو، موسیٰ پیٹھ پھیر کر بھاگے"، کہہ کر تردید کر دی۔

3- میں نے مصطفیٰ محمود کی کتاب سے جو اقتباس درج کیا تھا، اس کے متعلق بتایا تھا چیونٹیوں کے معنی میں نمل کے لئے اسم جنس ہونے کی بنا پر واحد مذکر کے سیغے اور ضمائر استعمال کئے گئے ہیں۔ جناب طالب محسن نے صرف مذکر لکھا جو صحیح نہیں اور غلط فہمی کا باعث ہو سکتا ہے۔

جناب طالب محسن نے یہ بتانے کے بعد کہ میں نے **كليلة و دمنه** (مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، شیش محل روڈ، لاہور) سے ایک اقتباس بھی درج کیا ہے، جس میں جانوروں کے لئے مونث کے سیغے استعمال کئے گئے ہیں، درآں حالیکہ اسی ایڈیشن میں وہ مقامات بھی ہیں، جہاں جانوروں کے لئے مذکر کے سیغے بھی آئے ہیں، مثلاً: **زعموا ان جماعة من القردة كانوا سكانا فى جبل، فالتمسوا فى ليلة باردة ذات رياح و مطار نارا فلم يجدوا..** (ص- 190): "کہتے ہیں کہ بندروں کا ایک گروہ پہاڑ پر رہتا تھا۔ ایک ٹھنڈی رات جس میں ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں اور بہت بارش ہو رہی تھی، انہوں نے آگ تلاش کی مگر انہیں نہیں ملی"۔ یہ مثال درج کر کے جناب طالب محسن نے لکھا ہے: "ہمیں حیرت ہے کہ ابو سلیم صاحب نے کتاب کھولی، لیکن ان کی نظر صرف اسی صفحہ پر پڑی جس میں مونث کے سیغے استعمال کئے گئے تھے اور وہ مقامات انہیں نظر نہ آسکے، جن میں جانوروں ہی کے لئے مذکر کے سیغے درج تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ارباب فکر پرویز کی طرف سے اس معاملہ میں اصرار بالکل بے جا ہے"۔

یہ صحیح ہے کہ میں نے جناب طالب محسن کے چیونٹی کے موضوع پر مضمون کا جواب دینے کے لئے **كليلة و دمنه** خریدی اور مجھے باب البوم و الغربان میں الوؤں اور کوؤں کے متعلق واحد اور جمع مونث کے ضمائر اور سیغے مل گئے اور میں نے اسی پر اکتفا کر لیا، جس کا اغلب باعث مندرجہ ذیل وجوہات تھیں:

(1) قرآن مجید میں جانوروں کے لئے مونث کے صیغوں اور ضمائر کا استعمال کیا گیا ہے، جیسے مثلاً" سورہ النحل میں ہے: **والانعام خلقها لكم فيها دف و منافع ومنها تاكلون ○ ولكم فيها جمال حين تريحون و حين تسرحون ○ و تحمل اثقالكم الى بلد لم تكونوا بالغيه الا بشق الانفس ان ربكم لرء وف رحيم ○ و الخيل و البغال و الحمير لتر كبوها و زينة و يخلق مالا تعلمون ○** (16:5-8): اور اسی نے چوپایوں کو بنایا۔ ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ (ان کو) شام کے وقت لاتے ہو اور جبکہ (ان کو) صبح کے وقت چھوڑتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ بھی (لاد کر) ایسے شہر کو لے جاتے ہیں، جہاں تم بدون جان کو محنت میں ڈالے ہوئے (خود بھی) نہیں پہنچ سکتے تھے۔ واقعی تمہارا رب بڑی شفقت والا اور رحمت والا ہے۔ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے بھی پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور نیز زینت کیلئے بھی (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)"

(2) نمل کے متعلق تفسیر خازن اور تفسیر مدارک **التنزیل** میں پڑھ رکھا تھا کہ چیونٹیوں کے لئے ادخلن کا صیغہ آنا چاہئے تھا۔ اور ادخلوا کے متعلق جو توجیہ کی گئی تھی وہ بلا جواز تھی۔

(3) اسم جنس کا قاعدہ بھی معلوم تھا۔ قرآن مجید میں ہے: **ان البقر تشابه علينا** (2:70): بلاشبہ ایسے سانڈ (دنیا میں کثیر ہونے کے سبب) ہم پر مشتبہ ہیں یہاں بقر کے اسم جنس ہونے کی وجہ سے تشابہ کا واحد مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

جہاں تک جناب طالب محسن کے **كليلة و دمنه** سے

دیئے گئے مندرجہ بالا اقتباس کا تعلق ہے، تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اس میں بندروں کے لئے نہیں بلکہ بندروں کے ایک گروہ کے افراد کے لئے جمع مذکر کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے: ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا (49:9) (اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی")۔ اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کے دو گروہوں کا ذکر کر کے ان کے افراد کیلئے جمع مذکر کا صیغہ لایا گیا ہے۔ کتاب کلیلۃ و دمنہ میں واقعی بعض مقامات پر جانوروں کے لئے جمع مذکر کے صیغے اور ضمائر بھی استعمال ہوئے ہیں۔ یہ کتاب قوت گویائی کی صلاحیت سے محروم جانوروں (بہائم غیر ناطقہ) سے خیالی طور پر منسوب کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ ان کہانیوں کو زیادہ دلچسپ اور سنسنی خیز بنانے کے لئے بعض مقامات پر کچھ جانوروں کو آدمیوں کے روپ میں پیش کرنے کے لئے ان کیلئے جمع مذکر کے صیغے اور ضمائر استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ بات مفسرین کے علم سے باہر نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے علی الرغم انہوں نے چونٹیوں کے لئے جمع مذکر کے صیغوں اور ضمائر کے استعمال کے لئے جواز کے طور پر یہ خیالی وجہ گھڑی کہ اللہ تعالیٰ نے چونٹیوں کو آدمیوں جیسی عقل سے سرفراز کیا تھا۔

12 اگست 1998ء کو اسلام آباد سے لاہور آنے کے لئے، پیرودھائی کے جنرل بس سٹینڈ سے، میں بس پر سوار ہوا اور دوران سفر مطالعہ کے لئے "روزنامہ اساس" خرید لیا۔ اہم خبریں اور مضامین پڑھے۔ ایک کا عنوان تھا۔ "کشکول کا چوہا"۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مضمون نگار نے بھوک سے بے حال اپنے بیٹے کی تسلی کے لئے ٹیپ ریکارڈر چلا کر دھماکوں کی ریکارڈڈ آواز سنانے کی کوشش کی تو بیٹے نے کہا اسے روٹی چاہئے۔ روٹی نہ ملی تو وہ مر جائے گا۔ مجبوراً" مضمون نویس روٹی کی تلاش میں نکلا۔ حکومت کے سب دروازے بند پائے ایک کو کھٹکھٹایا تو اس میں سے جلاد نما شخص نکلا۔ یہ ایس ایس پی تھا۔ دوسرے پہ دستک دی تو ایک دیو ہیکل آدمی باہر آیا۔ یہ انکم ٹیکس انسپکٹر تھا۔ تیسرا دروازہ کھٹکھٹانے سے ایک بندر نما شخص برآمد ہوا۔ جو محکمہ تعلیم کا ڈپٹی سیکرٹری تھا۔ اس میں سے کسی نے اس کا مسئلہ حل نہ کیا۔ بلکہ الٹا ڈرایا اور دھمکایا۔ چنانچہ دل شکستہ ہو کر صاحب مضمون ایک فٹ پاتھ پر جا بیٹھا۔ قریب ہی ایک فقیر لیٹا خراٹے لے رہا تھا۔ پہلو میں کشکول رکھا تھا۔ مضمون کے لکھنے والے نے کشکول میں ہاتھ ڈالا تو کسی چیز نے اس کی انگلی میں کاٹ لیا۔ جھانک کر دیکھا تو کشکول میں ایک چوہا بیٹھا تھا۔ دریافت کرنے پر چوہے نے بتایا کہ فقیر اور درخت کے نیچے بیٹھے چار آدمی حکومت کے خاص نمائندے ہیں۔ اور دوسرے ملکوں سے امداد، خیرات، زکوٰۃ اور چندے لانے پر مامور ہیں۔ فقیر کو انگریزی نہیں آتی اس کی جگہ وہ انگریزی بولتا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ طنز بڑی زبردست ہے۔ لیکن اس سے یہ سمجھ لینا کہ چوہا بول سکتا ہے یا اس نے بول کر یہ سب باتیں بتائی تھیں۔ پرلے درجے کی بے عقلی ہو گی۔ طاقت گویائی سے محروم سب جانوروں، چرندوں، درندوں، پرندوں اور حشرات الارض سے نسبت کلام خیالی اور فرضی ہے۔ اور اگر ان میں سے بعض کیلئے جمع مذکر کے صیغے اور ضمائر استعمال کر لئے جائیں جو ذوی العقول کے لئے مخصوص ہیں، تو اس سے یہ سمجھنے لگنا کہ وہ ناطق ہیں یا وقتی طور پر ناطق بن گئے، سادگی کی انتہا ہے یا پھر اول درجے کا دجل ہے۔ اور لوگوں کو بے وقوف بنائے رکھنے کی نہایت گھناؤنی سازش۔ یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ خالق ارض و سماء نے آیت زیر بحث میں کلام کی اس قسم کی صفت سے کام لیا ہو گا۔ اور انزال البهائم والحشرات منزلة الرجال کا اسلوب اختیار فرمایا ہو گا۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون۔

(4) جناب طالب محسن نے اپنے بعض تسامحات کی طرف توجہ دلانے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ھم" کی ضمیر انسانوں، جنات یا فرشتوں کے لئے نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کی کوئی توجیہ پیش نہیں کی گئی۔

(5) طالب صاحب نے لکھا ہے "ہم نے اپنے مضمون میں قرآن مجید سے غیر ذوی العقول کے لئے مذکر کے صیغوں کی مثال دی تھی۔ ابو سلیم صاحب نے ہماری اس مثال کو یہ کہہ کر غلط قرار دینے کی کوشش کی ہے کہ مذکر ضمائر کی وجہ ان کا "الٰہ" ہونا ہے۔ یہ بات درست ہے۔ لیکن آخر انہی کے لئے اس سلسلہ آیات میں مونث ضمائر بھی موجود ہیں کیا اس وقت وہ "الٰہ" نہیں تھے؟ اصل میں غیر ذوی العقول کی اصطلاح ایک نحوی اصطلاح ہے۔ اس سے کسی معنی کے اثبات کے لئے استشہاد کرنا کسی بھی لحاظ سے درست نہیں ہے"۔ یہ استشہاد طالب محسن صاحب نے ہی کیا تھا اور جب اس کی غلطی واضح کی گئی تو اب یہ فیصلہ صادر کر دیا۔ جہاں تک سورہ الانبیاء کی آیت 52 تا 65 کا تعلق ہے تو پہلی آیت میں تماثیل کے لئے مونث کا صیغہ استعمال ہوا جن پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد کے لوگ جمے بیٹھے تھے۔ اگلی آیت میں بھی تماثیل کے لئے مونث کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اس میں لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کو بتایا کہ انہوں نے اپنے آباء و اجداد کو ان کی پوجا کرتے پایا نتیجۃً انہوں نے بھی انہیں معبود بنا لیا۔ چنانچہ آیت 58 میں ان اصنام کے لئے جنہیں حضرت ابراہیم کے عہد کے لوگوں نے معبود بنا رکھا تھا جمع مذکر کا صیغہ استعمال کیا گیا وھلم جرا۔

(6) طالب محسن صاحب نے یہ بھی تحریر کیا ہے۔ کہ قرآن مجید میں آیہ کریمہ (لا تبدیل لخلق اللّٰہ) مادی قوانین کے غیر متبدل ہونے کے معنی میں نہیں ہے۔ پھر لکھا ہے کہ برائے بحث اگر یہ بات مان بھی لی جائے، تو اس سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ جو قوانین انسانوں نے دریافت کئے ہیں وہ اپنی حتمی اور آخری شکل میں دریافت ہو چکے ہیں۔ اور اب ان کے خلاف کسی بات کو مان لینا خلاف عقل و علم ہے"۔

اس صورت میں جبکہ ابھی تک کسی تحقیق سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ چیونٹیاں انسانوں کی طرح بول سکتی ہیں یا اپنی ہی کوئی بولی بولتی ہیں۔ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ ان کی آپس میں گفتگو بوسوں کے ذریعے ہوتی ہے، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کی گفتگو کس طرح سن لی؟ اور اسرائیلی روایت کے مطابق، حضرت سلیمانؑ نے سنا کہ ایک چیونٹی پکار کر دوسری چیونٹیوں سے کہہ رہی ہے.... 'کیا چیونٹیوں کی ایک محدود تعداد کو حضرت سلیمانؑ کی آمد پر پکارنے کی صلاحیت وقتی طور پر عطا کر دی گئی تھی۔ اگر جواب اثبات میں ہو، تو اس کا ثبوت فراہم کیا جائے۔ عام مشاہدہ ہے کہ اگر کسی جگہ بہت سی چیونٹیاں ہوں تو ہمیں ان کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ جبکہ دوسرے بہت سے حشرات کی کسی نہ کسی طرح کی آواز سنائی دیتی ہے۔ انسانوں اور دوسرے جانوروں کی طرح چیونٹیوں کا اپنا ایک دائرہ عمل ہے۔ اپنی ایک دنیا ہے، اپنے کرنے کے کام ہیں، اپنی ایک طرز زندگی۔ جس کا انسانی دنیا سے قطعاً" کوئی قابل ذکر تعلق نہیں۔ صرف دو چیونٹیاں ہمارے سامنے ہوں تو ہم ان میں تمیز کر کے یہ نہیں بتا سکتے کہ کونسی چیونٹی مس اللہ رکھی ہے اور کونسی مسز بھاگو۔ بشرطیکہ ان کے نام بھی ہوتے ہوں۔ ہمارا اور چیونٹیوں کا آپس میں کوئی لین دین نہیں، کوئی میل ملاپ نہیں۔ نہ چیونٹیوں کی مملکت سے ہمارے کبھی مذاکرات ہوئے نہ باہمی روابط۔ نہ ہمارے اور چیونٹیوں کے مابین تعلقات قائم ہیں، نہ خوشگوار ہوتے ہیں، نہ کشیدہ اور نہ منقطع نہ بحال۔ ہمارا کوئی وفد بھی آج تک چیونٹیوں کی کسی مملکت میں گیا ہے نہ ان کا کوئی وفد ہمارے ہاں آیا ہے۔ کہتے ہیں جس جگہ کوئی رہتا ہے وہی اس کی کائنات ہوتی ہے۔

انسان تو ربع مسکون میں گھومتا اور کھوج لگاتا رہتا ہے۔ چیونٹیوں کو کس طرح معلوم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ اور ان کا لشکر حملہ کرنے آرہا ہے؟ یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت سلیمانؑ جیسے جلیل القدر نبی کو بیکس و لاچار چیونٹیوں سے کیا خطرہ پیش آرہا تھا کہ اس مہم کی ضرورت پڑ گئی۔ کیونکہ مذکورہ بالا اسرائیلی روایت کے مطابق، جس کے متعلق جناب طالب محسن تصریح کر چکے ہیں کہ قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے، ایک چیونٹی نے پکار کر دوسری چیونٹیوں کو اپنے گھروں میں گھس جانے کا حکم دیا تھا تاکہ حضرت سلیمانؑ اور ان کا لشکر انہیں کچل نہ ڈالیں۔

بالفرض اگر بوسوں کے ذریعے گفتگو والی تحقیق حتمی اور آخری نہیں ہے تو آئندہ ہونے والی علمی تحقیقات (Scientific Research) کے متعلق یہ ضمانت کیسے دی جا سکتی ہے کہ وہ انکشاف کریں گی کہ ہاں چیونٹی بولتی ہے اور اس کی آواز مسموع ہے۔ مگر اس کو سننے کے اہل صرف حضرت سلیمانؑ تھے یا اکیسویں صدی یا اس سے اگلی صدی کے لوگ ہوں گے کیا سائنس دان ایک ایسا حساس آلہ ایجاد کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جو نہ صرف چیونٹیوں کی آواز سنائے گا بلکہ ان کی زبان بھی سکھا سکے گا۔

قرآن مجید نے پیش گوئی تو فرما دی کہ حضرت موسیٰؑ کے عہد کے فرعون کی لاش بچالی جائے گی تاکہ وہ بعد میں آنے والوں کے لئے موجب عبرت ہو (10:92) مگر چیونٹیوں کے ناطق ہونے کے متعلق آئندہ کسی زمانہ میں انکشاف کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ جناب طالب محسن کس موہوم انکشاف کے منتظر ہیں؟

چیونٹیاں آج بھی وہی کچھ کر رہی ہیں جو شروع میں کرتی تھیں۔ انہوں نے کوئی ترقی نہیں کی۔ جبکہ انسان نے اپنی خداداد صلاحیت سے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ متنوع ایجادات اس کا زندہ ثبوت ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ بلا کسی معقول وجہ کے لشکر لیکر اس کمزور و ناتواں مخلوق کو کچلنے کے لئے وادی نمل کا رخ کرتے۔ ایسی کوئی بات اسرائیلی روایات میں درج ہو تو چنداں تعجب خیز نہیں۔ مگر ان کو تسلیم کرانے پر اصرار کرنا اور پھر قرآن مجید سے اس کی صحت کی دلیل تلاش کرنا عجیب تر ہے۔

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ رحمت اللہ طارق کے اس انکشاف پر کچھ گفتگو ہو جائے کہ مدینہ میں ایک جوہری کا نام عبدالرحمٰن النملہ ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ طالب محسن صاحب نے اس استدلال کو یہ کہہ کر مسترد نہیں کیا کہ ' ہو گا کوئی عبدالرحمٰن چیونٹا۔ بلکہ اعتراف کیا ہے کہ "عبدالرحمٰن النملہ" کی مثال سے صرف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عرب میں ایک خاندان کا نام نملہ بھی ہے"۔ (اشراق اکتوبر 97 صفحہ 42)

طالب صاحب کا یہ اعتراض رفع کیا جا چکا ہے کہ نملۃ پر تنوین ہے۔ لہٰذا وہ اسم علم نہیں ہو سکتا۔ تکرار کی ضرورت نہیں۔ اس کے باوجود، اگر یہ مان لیا جائے کہ آیت کریمہ میں نملۃ اسم علم نہیں۔ تو پھر یہ النمل کا واحد ہے۔ جو مذکر و مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا عبدالرحمٰن النملہ میں اس کا معنی جناب طالب کے الفاظ میں عبدالرحمٰن النملی ہو گا۔ یعنی النمل قبیلہ کا ایک فرد۔ کیونکہ النمل کے لئے قرآن مجید میں جمع مذکر کے صیغوں اور ضمائر کا استعمال اس طرف رہنمائی کرتا ہے۔ کہ النمل ایک قبیلہ ہے۔ اس صورت میں آیت زیر بحث کی تشریح کچھ یوں کی جا سکتی ہے۔

قالت نملة (ای امراة من قبیلة النمل وهی رئیستهم) ایک نملہ نے (یعنی قبیلہ نمل کی ایک خاتون نے جو ان کی سربراہ تھی) کہا۔

سربراہ کے لفظ کے اضافہ کی وجہ یہ ہے کہ قبیلہ کا سربراہ ہی خواہ عورت ہو یا مرد اپنے قبیلہ کے افراد کو یہ

حکم دے سکتا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں چلے جائیں اور اسے ہی یہ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں کہ آنے والا سلیمانؑ اور ان کا لشکر ہے۔

خواجہ احمد الدین" امرتسری نے اپنی تفسیر بیان للناس میں سورۃ النمل کے اس مقام کا ترجمہ حسب ذیل کیا ہے:

"یہاں تک کہ جب وہ (یعنی سلیمان اور اس کی فوجیں) نمل (قوم) کی وادی پر آئے تو (اس قوم میں سے) ایک نملہ نے (جو ان کی حاکم تھی) کہا اے نملہ تم اپنے مکانوں میں داخل ہو جاؤ (اور راستہ خالی کر دو تاکہ تمہارے لئے راستہ میں افواج سلیمان سے کوئی مقابلہ کی صورت نہ پیدا ہو جائے) مباداسلیمان اور اس کی فوجیں تمہیں کچل ڈالیں اور انہیں (دوست و دشمن کا) شعور نہ ہو"۔

خواجہ مرحوم اس سورۃ کے شروع میں رقمطراز ہیں۔

"اس سورت کا نام نمل ہے۔ نمل چیونٹی کو بھی کہتے ہیں اور یہ ایک قوم کا بھی نام ہے۔ یمن کے قریب جس وادی میں وہ قوم بستی تھی' اسے وادالنمل کہتے تھے۔ پہاڑوں سے گھرے ہوئے پست میدان وادی کہلاتے ہیں۔ اکثر قومیں اپنی حفاظت کے لئے وادیوں میں بستی تھیں۔ قوم ثمود وادی میں پتھروں کو کاٹ کر گھر بناتی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے بھی اپنی اولاد کو وادی غیر ذی زرع میں ہی بسایا تھا۔ وادیوں کی نسبت انسانوں کی طرف بلاشبہ ہوتی تھی۔ جیسا کہ اودیتھم کے لفظ سے واضح ہے"۔

خواجہ صاحب نے مزید کہا ہے کہ:

"عرب لوگ قوموں اور شخصوں کے نام جانوروں کے ناموں پر رکھتے تھے۔ مازن کے معنی ہیں چیونٹی کے انڈے' اور عرب میں ایک مشہور قوم کا نام بھی تھا۔ یہی حال نمل کا بھی ہے۔ منتہی الارب میں نمل کے متعلق لکھا ہے۔ "وازاعلام است" یعنی نمل کا لفظ علم یعنی خاص نام کے طور پر بھی آتا ہے"۔

پیپلز کلیرنگ ایجنسی

کسٹم ہاؤس سے منظور شدہ

کلیرنگ اینڈ فارورڈنگ ایجنٹ

۲۵ سالہ تجربہ کار

کلیرنگ اور فارورڈنگ کے معاملات میں ایک قدم آگے

ہمارے ۲۵ سالہ تجربہ سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ فائدہ۔

ہم آپکی خدمت کیلئے ہمہ وقت تیار ہیں۔

۵۔ وقار سینٹر، فرسٹ فلور، رام بھارتی اسٹریٹ، جوڑیا بازار۔ کراچی

فون: ۲۳۲۶۱۲۸، ۲۴۳۱۰۲۵-۲۴۲۷۵۳۷

فیکس نمبر:- ۲۴۲۱۹۷۸۲

ٹیلیکس: ۲۱۰۴۳ BTC PK

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قند مکرر

شمس العلماء حافظ سید محب الحق صاحب مدظلہ العالی

رسولی تبلیغ

"ان ارید الا الاصلاح ما استطعت"

فرقہ بندی تو ملعون خداوندی ہے یہودیوں کا مابہ الامتیاز۔ **لا تکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا کل حزب بما لدیھم فرحون"** مشرکوں میں نہ ہو جانا' ان میں جنہوں نے فرقہ بندی قائم کی اور وہ گروہ در گروہ ہو گئے اور ہر گروہ اسی فرقہ پرستی پر فرحاں و شاداں ہے۔ فرقہ بندی تو شرک ٹھہری' اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس نافرمانی سے تائب ہوں اور "**ادخلوا فی السلم کافۃ"** مسلمانوں کی جماعت میں پاک باطنی سے داخل ہوں۔ یہ فرقہ بندی ہی تھی جس نے یہودیوں کو تباہ اور ملعون کیا۔ یہ فرقہ بندی ہی ہے جو ہر ملک کی تباہی کا' ہر قوم کی تباہی کا' ہر دیہات و شہر کی تباہی کا' ہر خاندان اور انجمنوں کی تباہی کا باعث ہوا کی ہے' اور ہر سلطنت اسی کے ہاتھوں تباہ ہوا کی ہے' اور آج بھی اس کے تماشے دیدنی ہیں۔ متحدہ قوموں کی انجمن آرائی کو دیکھو اور شکست خوردہ قوموں کی گرم بازاری کو دیکھو۔ ان کے یہاں اتحاد کے انجن چل رہے ہیں اور ان کے یہاں تباہی پر تباہی اور مصائب کے زلزلے پر زلزلے آ رہے ہیں۔

جب فرقہ بندی ممنوع خداوندی ہے تو اے رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کس طرح قائم کر سکتے تھے آپ' نہ سنی تھے نہ شیعہ نہ اہل حدیث نہ اہل فقہ "**امرت ان اکون من المسلمین"** صرف مسلمان حنیف تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح "**ولکن کان حنیفا مسلما"**" اس لئے ان کی امت کا نام بھی خدا نے مسلمان ہی رکھا اور نبی آخرالزمانؐ کی امت کا نام بھی مسلمان ہی "**ھو سمکم المسلمین من قبل وفی ھذا"** اسی طرح صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ایک خدا کی محبت میں سرشار' ایک رسول کی اطاعت میں جاں نثار' ایک قرآن کے مرکز پر گھومنے والے سارے کے سارے ایک جان ہزاروں قالب' سب شیر و شکر' سب بھائی بھائی اور ایک دوسرے کے قوت بازو تھے۔ خدا کی رضا پوری ہوئی۔ ابر رحمت جھوم جھوم کر آیا اور پھوٹ پھوٹ کر برسا۔ دنیا چمنستان خداوندی بن گئی۔

جب فرقہ بندی آئی جس طرح بھی آئی ہو دیکھتے دیکھتے سارا چمن خزاں زدہ ہو گیا۔ سارا پھل زہر اور سارے پھول کانٹے ہو گئے "**فطال علیھم الامد فقست قلوبھم"** امتداد زمانہ سے سارے قلوب سخت ہو گئے' خدا کی عظمت و محبت دلوں سے نسیاً منسیاً ہو گئی' رسول ﷺ سے نسبت ٹوٹ گئی' قرآن جز دانوں میں روپوش ہو گیا' مسلمان قبروں میں جا سوئے' مسلمان بے راہ' بے ہادی' بے رہنما' قافلہ بے سالار' ایسے بے سالار جس کے سالار رہزن ڈاکہ زن' اپنے گھر کے آپ اجاڑنے والے ہو گئے۔ پھر کیا تھا ادبار کا آتش فشاں پہاڑ پھوٹ پڑا۔ اور تباہی و بربادی کا جھلسا ہوا میدان

چھوڑ گیا۔ جو ویرانہ نظروں کے سامنے ہے۔ مسلمان اس کے ماتم کناں اور مرثیہ خواں تو بہت ہیں، مگر ماتم کے سر اور گت اور مرثیہ کی شاعری اور ٹیپ کے بند کی داد دینے میں مشغول اور مصروف ہیں۔ اس کا ہوش اب تک نہ آیا کہ ہم اٹھے تھے کیوں، اور پڑ گر کر تحت الثریٰ میں پہنچے کیوں کسی نے کچھ سمجھا کسی نے کچھ سمجھا۔ اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ۔

خیر یہ تو فطرت کی رفتار تھی جو ہو کر رہی "**کل شئی هالک الا وجهه**" ہر شے ہر وقت فنا ہو رہی ہے، ایک حی و قیوم کے سوا، حادث کے لئے فنا لازم ہے۔ ہر وقت فنا کا جوار بھاٹا ہے تو ساتھ ہی ساتھ بقا کا دور و تسلسل بھی جاری ہے، یوں ہی اس عالم کا ہر لحظہ اتار و چڑھاؤ ہوتا رہتا، اور یوں ہی ارتقاء کے منازل طے ہوتے رہتے ہیں۔ تبدلات عالم تو ہوتے رہتے ہیں، زمانہ ہر آن ہی بدلتا رہتا ہے مگر زمانہ ہم کو نہیں بدلتا۔ ہم بدل کر زمانہ کو اپنے حسب حال بنا لیتے ہیں۔ جب ہماری چال بدلتی ہے تو ہمارا حال بدلتا ہے اگر ہم پھوٹ کے عذاب سے نجات حاصل کرنا چاہیں تو اس عذاب سے نجات بے توبہ نصوح کے حاصل نہیں ہو سکتی اس میں شک نہیں کہ ہم میں پھوٹ ہے اور پھوٹ اور فرقہ بندی تو بڑی خدا کا عذاب ہے، "**قل هوا القادر على ان يبعث عليكم عذابا من فوقكم اومن تحت ارجلكم اويلبسكم شيعا**" "**و يذيق بعضكم باس بعض**"۔ اے رسول کہہ دو کہ خدا قادر ہے کہ تم پر عذاب اوپر سے بھیجے یا تم کو گروہ در گروہ کر دے اور تم کو آپس کی لڑائی کا مزہ چکھائے۔ یہ فرقہ بندی تو صریح کھلا کھلا خدا کا عذاب ہے۔ طرفہ تر یہ کہ مسلمان اسی عذاب پر خوش اور اسی پر مست ہیں "**کل حزب بما لديهم فرحون**" جیسے جنتی بھی جنم میں آخر کار اسی عذاب پر راضی اور خوش رہ کر فنا ہو جائیں گے انہوں نے بھی اگر ہوش نہ کیا اور پھوٹ اور فرقہ بندی کے ویسے ہی دلدادہ رہے، تو فنا ہونے والی قوم کی طرح یہ بھی اس دنیا سے ایک دن فنا ہو جائیں گے۔

مسلمانوں نے اتنا ہوش تو کیا ہے کہ فرقہ بندی اور پھوٹ سے سب نالاں ہیں۔ کوئی جماعت نہیں جہاں اس کی فریاد نہ ہو۔ مگر اس جنمی گڑھے سے نکلنے کے لئے کسی نے بھی خدائی راہ اور رسالت کی روش اختیار نہ کی۔ سب نفسانی خواہشوں کے باؤلے اور ہواو ہوس کے حوالے ہیں۔ "**من اضل ممن اتبع هو يه بغير هدى من الله**" ہدایت ربانی چھوڑ کر جس نے خواہش نفسانی پر اپنی رفتار قائم کی اس سے گمراہ تر کون؟

اسی کو مجھے بیان کرنا ہے۔ اصلاح نفس اور اصلاح حال کے لئے میں تمہارا مواجہہ خدا و رسولؐ کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں کہ تمہاری گردش و روش صحیح اترے کہ کامیابی کی راہ یہی ہے۔

خدا نے فرمایا "**یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک**" اے رسول قرآن مجید کی تبلیغ کرتے رہو "**ما انزل الله**" قرآن کے سوا اور کچھ نہیں۔ اسی کی تبلیغ فرض ہوئی اور اسی کی تبلیغ آپؐ نے فرمائی اور اسی کی تعمیل میں صحابہؓ لگے رہے اور خدا اور اس کے کلام ہی کو کافی سمجھا۔ "**الیس الله بکاف عبده**" کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں۔ اسی کو یوں بھی فرمایا "**امرت ان اکون من المسلمین وان اتلو القرآن**" میں مامور ہوں کہ میں فرمانبرداروں میں ہوں۔ اور قرآن پڑھ پڑھ کر تبلیغ کرتا رہوں۔ یہ تو خدمت رسالت ادا کی گئی۔ پھر آپ بشیر و نذیر تھے فرمان پر چلنے والوں کو بشارت دینے والے، اور نافرمانوں کو خدا کے عذاب سے ڈرانے والے، تو اس کی نسبت ارشاد ہوا "**فانما یسرناه بلسانک لتبشربه المتقین وتنذربه قوما لدا**" ہم نے قرآن کو تمہاری زبان میں آسان بنایا ہے (کہ ہر

کوئی سمجھے) تاکہ تم قرآن سے متقیوں کو بشارت دو اور قرآن ہی سے نافرمانوں کو ڈراؤ۔ آپ نے عمر بھر اس کی تعمیل فرماتے رہے، اور اسی سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے رہے، اور یوں مسلمانوں نے فوز و فلاح سے دونوں جہان میں کامیابی حاصل کی۔ اس دنیا کی کامیابی تو سب نے دیکھی اور اس دنیا کی کامیابی بھی اس دنیا میں سب دیکھیں گے۔

سمجھنے اور غور کرنے کی جگہ یہ ہے جدھر میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کی تبلیغ سے دنیا کی کیوں اور کس طرح کایا پلٹ ہو گئی اور آج کل کی درس و تدریس مواعظ و پند لیکچر و کیسٹیاں کیوں بے نور، بے کار تضیع اوقات، شیطانی بکواس اور لایعنی و بے نتیجہ حرکات ہیں اس کی وجہ کیا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے قرآن سے روگردانی کی، اور اس کو نذر و نیاز کی شیرینی بنا لیا، اور روایتوں کی طرف دل کھول کے ٹوٹ پڑے تو بادشاہوں نے اسے اپنا مشین گن بنا لیا، اور اسی کے سہارے کامیابی کی راہ نکالی، اور ان کے توجیہوں کو ہر طرح کی نوازشوں سے نوازا، تو بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے، جنہوں نے فرقہ بندیوں کا باغ لگایا۔ اور فرقہ بندیوں کے یہ مالی پھوٹ کے درختوں کو ہوسوں، خود غرضیوں اور نفسانی خواہشات کے جذبات کے نجس پانیوں سے سینچتے رہے۔ کچھ دن خدا نے مہلت دی، آخر عذاب نے آگھیرا کہ اب اسلامی دنیا میں ہر طرف تلاطم ہے۔ مسلمان کس حال کو پہنچے اس کا رونا بہتیرے رو چکے۔ اس رونے دھونے کا نتیجہ بھی کچھ نہ نکلا۔ اگلوں کے کارنامے کہانی بن گئے، وعظوں اور پند میں شیریں کلامی اور خوش بیانی کے لئے مواد اور ذخیرے مل گئے۔ لوگوں نے واقعات گذشتہ سے عبرت و نصیحت حاصل نہیں کی الٹے پست ہمتی کے جال میں پھنس کر مایوسیوں کے شکار ہو گئے۔ پست ہمتی آئی تو بے حیائی بھی آئی بے غیرتی بھی آئی، آرام طلبی بھی آئی، اور خود غرضی بھی آئی کہ اپنے کو جماعت سے مطلب نہیں۔ جماعت سے ٹوٹے تو انفرادی زندگی تو قبر کی زندگی ہے یا جنگل کی زندگی کہ حشرات الارض کی وحشت انگیزی کے سوا کچھ نہیں۔ حال دیکھو تو بدحال، دل بے چین، زبان بے باک، کہ کمزور کون تو مسلمان، بے ایمان کون تو مسلمان، پھوٹ کا پھریرا اڑانے والا کون تو مسلمان سارے عیوب کس میں تو مسلمان میں۔ گھر اجڑا ہوا کس کا تو مسلمانوں کا، منافق کون تو مسلمان، کس بے حیائی اور بے شرمی سے گھر میں اسٹیج پر، ممبروں پر اخباروں میں، رسالوں میں یہ رونا فخریہ رویا جاتا ہے۔

مذہب گیا تو مذہب کے ساتھ سیاست بھی رخصت ہوئی کیونکہ مسلمانوں کی وہی سیاست وہی مذہب یعنی قرآن جب قرآن نہیں تو نہ مذہب نہ سیاست۔ مسلمان کیا تھے اس پر فخر بہت کچھ کیا جا چکا۔ اور پھر کیا سے کیا ہو گئے اس کا رونا بھی بہت کچھ رویا جا چکا گزشتہ پر جبر کیا، مستقبل خطرناک ہے اس لئے حال کو دیکھنا ہے کہ موجودہ حال کیا ہے اسی کا مجھے ہوش دلانا ہے کہ صراط مستقیم سے لغزشیں دور ہوں اور کامیابی کی منزل تک رسائی ہو سکے۔

واقعات نے ڈنڈے مار مار کر مسلمانوں کو بیدار تو کیا، یہ بیدار بھی ہوئے مگر کابوسی بیداری، بے خبری میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں، گویا بہت کچھ کر رہے ہیں مگر نتیجہ سے بے خبر اور خدا سے بے لگاؤ خواب میں چل رہے ہیں مگر وہیں کے وہیں۔

رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی تبلیغ کیا تھی۔ کس خدائی اصول پر تھی۔ جس کا تخم ریت اور پہاڑ پر بویا گیا اور ایسا پھول پھل لایا جس کا پھول بھی بے مثل اور جس کا پھل بھی بے مثال۔ ریتیلے دماغ خراد پر چڑھے تو

چمک دمک میں ہیرے کو مات کیا۔ اور پہاڑ و پتھر جیسے قلوب پانی ہو ہو کر معرفت کے چشمے بن گئے۔ دنیا کے دل و دماغ کی کایا پلٹ ہو گئی کہ دنیا ہی بدل گئی۔ دنیا کے خطرناک جنگل چمنستان بن گئے۔ دل خدائے وحدہ' کی طرف ہو گئے۔ دماغ کی رفتار لا شریک لہ' کی جانب ہو گئی۔ آنکھیں خدا اور اس کی خدائی کو دیکھنے لگیں کان اسی کی طرف لگ گئے۔ ہوش و حواس کی نسبت خدا کی طرف جٹ گئی۔ مقصود ایک ہو گیا مرکز عمل ایک ہو گیا "**قل ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للّٰہ رب العٰلمین**" ○ کہہ دو اے رسول! کہ میری نماز اور میری عبادتیں بلکہ حیات و موت تک اللہ رب العلمین کے لئے ہو گئی۔ زندگی پر امن ہو گئی۔ فساد و عناد' دشمنی اور انتشار حال کافور ہو گئے۔ دنیا ٹھنڈی چھاؤں میں بسر ہونے لگی۔ لقاء رب کی منزل قریب تر آ گئی۔ جب چال یوں بدلی تو حال بھی دیکھتے دیکھتے یوں بدلا کہ ایک پاؤں عرب میں تو ایک پاؤں چین میں۔ ایک اس دنیا میں ایک اس دنیا میں۔ یہ کیونکر ہوا؟ کس طرح ہوا؟ اس کو سوچو اور سمجھو۔ اس کا سراغ تم کو قرآن میں ملے گا اور صرف قرآن میں اگر اسی چال پر چلو گے تو تمہاری منزل اور تمہارا مقام بھی وہی ہو گا۔

آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام رسول تھے اور آخری رسول۔ خدا کا پیغام اور آخری پیغام خدا کے بندوں کو پہنچانے آئے تھے اور بہ احسن وجوہ پہنچا گئے جو آج تک ویسا ہی موجود ہے جیسا آپ نے دیا تھا۔ خدا کا فرمان ہوا "**یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ**" اے رسول! خدا کی طرف سے جو کچھ تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کرتے رہو اگر ایسا نہ کیا تو خدا کی رسالت کی تبلیغ تم نے نہیں کی۔ نازل ہوا صرف قرآن' اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ تو آپ نے ساری عمر قرآن ہی تبلیغ فرمایا' اس کے سوا کچھ نہیں پھر کس طرح تبلیغ کرو! اس کا بھی فرما دیا گیا "**امرت ان اکون من المسلمین وان اتلو القرآن**" میں مامور ہوں کہ میں فرمانبرداروں میں ہوں اور قرآن پڑھ پڑھ کر سنایا کروں۔ آپؐ نے اس فرمان کی کماحقہ تعمیل فرمائی اور قرآن سنا سنا کر لوگوں کو قرآن و رسالت کی تبلیغ فرماتے رہے قرآن عربی میں۔ قوم کی عربی زبان میں نازل ہوا ہے "**بلسان عربی مبین**"۔ قوم عرب تھی عربی اس کی زبان ہی تھی اور ترقی یافتہ زبان۔ لوگ سنتے تھے' سمجھتے تھے' مسلمان ہوتے اور فائز المرام ہوتے تھے۔

آج خدا وہی' اس کا کلام وہی' آج ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ وہی رسالت اور وہی "**ما ارسل**" موجود۔ آج اس کا نور کیوں دھندلکی میں پڑ گیا؟ اس کی وجہ صاف اور کھلی کھلی یہ ہے کہ قرآن سے قوم نے منہ پھیر لیا' آنکھیں پھیر لیں۔ قرآن پنڈتوں کے حوالہ ہوا اور اس کی آیتیں منتر بنیں' اس کے اوراق فرقوں میں بانٹ دیئے گئے اور وہ مباحث کے پتے' تاش کے برج کا کھیل بنے۔ ہار جیت کی بازی لگی۔ اس ادھیڑ بن میں قوم کی نسبت خدا سے بالکل ٹوٹ گئی اور ماسوا سے جٹی۔ علماء کی نسبت راویوں اور روایتوں سے جٹی۔ سارے راوی پیغمبر کے برابر اور سب کی روائتیں **کالوحی** اور قرآن کا نعم البدل سمجھی گئیں یہ تو احبار کا حال ہوا اور رہبان و مشائخین کی نسبت پیر فقیر سے جٹی اور ان کے مکتوبات و ملفوظات سے۔ یہ **طالبین خدا** کی جماعت جن کا اصل اصول قطع ماسوا قرار پایا تھا وہ قطع نسبت الٰہی اور حب ماسوا میں پڑ کر طالب جاہ و خانوادہ ہو گئے۔ اور خدا کے نہیں لکیر کے فقیر بن گئے اور مریدوں کے "قدس سرہ" کے تمغے کو الٰہی تمغہ سمجھا۔ سب نے خدا و رسولؐ اور ما ارسل کی نسبت توڑ دی اس لئے توحید کی جگہ شرک نے لے لی۔ کہنے تو غرور سننے کی اجازت

نہیں دیتا۔ سمجھائیے تو پھولا ہوا نفس برداشت نہیں کر سکتا۔

غرض قوم کا کلمہ طیبہ پر ایمان طوطوں کا پڑھایا ہوا کلمہ ہو گیا۔ خدا کی دی ہوئی شریعت کہ **"شرع لکم من الدین ما وصیٰ بہ نوحا" والذی اوحینا الیک"**۔ خدا نے تمہارے لئے دین وہی شریعت بنا دی ہے جس کا حکم نوحؑ کو دیا تھا اور تمہاری طرف وحی کیا گیا۔ ہاں تو وہ خدا کی دی ہوئی شریعت اٹھا دی گئی اور اس کی جگہ انسانی شریعت نے لے لی۔ اب حکم قرآن سے نہیں دیا جاتا۔ انسانی شریعت' انسانی فتاووں سے دیا جاتا ہے۔ باوجودیکہ حکم تھا **"فاحکم بینھم بما انزل اللّٰہ"** قرآن سے حکم دیا کرو **"ان الحکم الا اللّٰہ"** حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا اور اس کی جگہ سلاطین نے اماموں نے' اور علماء نے لے لی۔

جب قرآن کلام اللہ نہ رہا جب مسلمانوں نے اس سے ناک بھوں چڑھایا۔ جب اس کو ناقص سمجھ کر درس و تدریس سے نکالا۔ جب اس کی تبلیغ یعنی رسولی تبلیغ بند کی گئی تو قرآنی نور جو سینکڑوں پردوں میں چھپایا گیا ہو کیونکر چمکے۔

یہ تو ظاہری تبلیغ کا حال ہے اور حقیقی تبلیغ کا تو وجود ہی نہیں۔ کیونکہ ایمان ہے تو منہ بولا' یقین ہے تو افواہی۔ ماں باپ سے سنا سنایا۔ ایمان ہوتا تو محبت لازمی تھی **"الذین امنو اشد حبا للّٰہ"** مومنوں کو تو اللہ کی محبت نہایت ہی شدید ہوتی ہے **"انما المومنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم واذا قلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا"** مومن تو وہ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ہل جاتے ہیں اور جب خدا کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے لیکن ان کا حال یہ ہے **"اذا ذکر اللّٰہ وحدہ' اشمازت قلوبھم واذا ذکر الذین من دونہ اذاھم یستبشرون"** جب خدا کا ذکر کیا جائے ان کے دل پریشان ہو جاتے ہیں اور جب ماسوا کا ذکر چھیڑ دیجئے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں' محبت کا تو نام نہیں اور یہی خدائی محبت سارے خزائن کی کنجی۔ مولانا روم نے سچ کہا ہے۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علتہائے ما

یہی محبت تو سب کچھ ہے جو فی زمانہ ٹکے مول بک گئی۔ اور اس کی جگہ ماسوا دیوتاؤں نے لے لی۔ خدا و رسولؐ نے ہوشیار کر دیا **"قل ان کان اباوکم وابناؤ کم واخوانکم وازواجکم و عشیرتکم واموال اقترفتمو ھاوتجارۃ تخشون کسادھا و مسکن ترضونھا احب الیکم من اللّٰہ و رسولہ و جھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللّٰہ بامرہ"**۔ اے رسول! منادی کر دو کہ اگر تمہارے باپ' بیٹے' بھائی بیبیاں' اقران' مال جو تم نے جمع کر رکھا ہے تجارت جس کے کساد بازاری سے ڈرتے رہتے ہو (یعنی دنیا کی سب چیزیں) اگر تم کو اللہ سے اس کے رسول سے اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو منتظر رہو کہ خدا اپنا عذاب بھیجے جب یہ پاک محبت ہی سرے سے غائب ہو گئی تو عذاب خداوندی کے منتظر رہو۔ مسلمانوں نے انتظار کیا اور عذاب آکر رہا کہ خدائی مرکز چھوٹ گیا اور فرقہ بندی اور پھوٹ کے جہنمی گڑھے میں گر پڑے اور پڑے چلا رہے ہیں مگر سنتا کون ہے۔

رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے جو قرآن پڑھ پڑھ کر سنایا وہ اسی لئے کہ بندوں کے دل خدا کی محبت سے گرما جائیں جو ماسوا کی محبت سے پاک ہو **"احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمناوھم لایفتنون"** کیا لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ کہہ دیا کہ ہم ایمان لے آئے اور وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کا امتحان نہ لیا جائے گا۔ جہاد کا میدان دارالامتحان مقرر ہوا۔ قوم

نے سر کٹا کر ایمان کا امتحان پاس کیا۔ بغیر سان پر چڑھائے تلوار تلوار نہیں ہوتی۔ بغیر امتحان دیئے ڈگری نہیں ملتی۔ صرف زبانی جمع خرچ تو "کبر مقتا عند اللہ" ہے۔ خدا کو بجایت ناپسندیدہ۔ صرف آرزو کرنے سے جنت کے دروازے نہیں کھلنے کے "ام للانسان ماتمنی" کیا جو آرزو کرے وہ ان کو مل جاتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ بغیر جان و مال کی قربانی دیئے جنت کے دروازے نہیں کھلنے کے۔

دنیا میں جو اللہ اللہ کا غلغلہ بلند ہوا وہ قرآن ہی کی تبلیغ سے۔ قوم میں جو خدا خدا کی ہوا بھری وہ قرآن ہی کی تبلیغ سے۔ کیونکہ قرآن کریم میں جس مضمون کا بھی بیان ہو۔ احکام و ہدایات ہوں، تاریخ و قصص ہوں، تخلیق عالم یا تخلیق انسان کا بیان ہو، تبشیر ہو، تنذیر ہو، غرض جو کچھ بھی ہو، سب کے اول میں، یا وسط میں یا آخر میں خدا نے اپنی عظمت و جلالت اپنے صفات بے کیف کا اظہار کیا ہے تاکہ جو دل و دماغ ادھر توجہ کرے وہ اس کی عظمت و جلالت سے بھر جائے۔ سارے عالم پر اور خود انسان پر اپنے احسانات کا جو سمندر بہا دیا ہے کہ اس کی ہستی، اس کی ہستی کی حفاظت اس کی ساری ضرورت کی چیزیں خدا کی بنائی ہوئی، خدا کی عطا کی ہوئی، اسی کی حفاظت سے محفوظ ہیں۔ ہر ہر قدم پر اتنے احسانات اسی لئے بیان کئے گئے ہیں کہ انسان کا دل و دماغ اس کے شکر، اس کی احسان مندی، اس کی محبت سے لبریز ہو جائے۔ یہ سب کچھ اسی کے بھلے کو تھا تاکہ اس کا نصب العین اور مرکز عمل خدا ہو جائے "رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضیه واصلح فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین"۔ اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں کہ جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عنایت کی ہیں اور ایسے عمل کی بھی توفیق دے کہ جس سے تو راضی رہے اور میری اولاد کو میرے لئے ٹھیک کر دے میں تیری طرف رجوع ہوا، اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

اے بھائیو! تمہارا کیا حال ہو گیا؟ اک ذرا سا کوئی احسان کرتا ہے جو خدا ہی کے حکم سے کرتا ہے۔ اس محسن کو تم حقیقی محسن سمجھ کر اس کے لئے تم جان دینے اور قربان ہونے کو کھڑے ہو جاتے ہو، اور خدا جو حقیقی محسن ہے جس کے اتنے بڑے بڑے احسانات ہیں کہ تم گن نہیں سکتے، آنکھ ناک، کان، صورت، شکل، عقل سمجھ بلکہ تمہاری ہستی ہی سب اسی کی دی ہوئی اور رات اور دن سوتے جاگتے ان کی محافظ بھی، ان کی تمہارے یہاں کوئی قدر و قیمت نہیں اور ایسے محسن کی ذری محبت نہیں، کیونکہ تمہارے دل و دماغ میں خدا کی جگہ نہیں رہی۔ دل ہزاروں بتوں کا مندر، دماغ ہزاروں دیوتاؤں کا معبد بن گیا ہے۔ اس پر کہتے ہو اپنے کو مسلمان، اور سارا قرآن ماسوا کی بت شکنی سے بھرا ہوا۔ ہر آیت اور ہر آیت کا آخر ٹکڑہ خدا کی طرف بلا رہا ہے مگر تم اس سے منہ پھیرے ہوئے۔ قرآن کا ہر حکم اور ہر ہدایت تمہارے بھلے کے لئے ہے کہ تم اعمال کی دنیا میں ہو، سارے اعمال کرو، مگر ہدایت کے مطابق حدود کے اندر "کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون"۔ اللہ والے بنو۔ کتاب اللہ کے مطابق۔ اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ خدا مرکز عمل ہو اور تمہارے اعمال دائرے کی طرح اسی مرکز پر گھوما کریں۔ اور تمہارا حال ہو جائے "ان صلوتی و نسکی و محیای ومماتی للہ رب العلمین" ہماری حیات و موت تک سب اللہ رب العلمین کے لئے ہے۔

ہمارے رسول ﷺ نے جو تبلیغ قرآن کی فرمائی تو اس کا نتیجہ کیا ہوا کہ قوم کے دل میں عظمت و جلالت

کبریائی گھر کر گئی' دل محبت کی گرمی سے اور جوش و ولولہ سے لبریز ہو گیا۔ ایمان کامل ہوا' اسلام شرک کی چھینٹ سے پاک ہوا سب مسلمان حنیف ہو گئے دین خالص ہو گیا' اس سے ان میں اخلاص آیا' نفسانیت گئی' اخوت آئی عداوت گئی آپس کی ہمدردی آئی پھوٹ غائب ہو گئی' اتحاد آیا' انتشار گرد و غبار بن کر منتشر ہو گیا' جب عمل صالح نے قدم جمایا تو **"ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لهم الرحمن ودا"** بلاشبہ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو ان کو خدائے رحمٰن نے مودت عنایت کی۔ مودت پرورش پا کر محبت ہوئی۔ جب خدا کی محبت ملی تو سب کچھ مل گیا۔ محبت گرمائی تو محبوب کے نام پر سر کٹانے کا ولولہ پیدا ہوا۔ جب جہاد کا وقت آیا تو رگ جان کے خون نے دستاویز محبت پر مہر کی۔ شہادت کا خلعت ملا **"فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر"** قرب میں جگہ پائی **"وجوه یومئذ ناظرة الی ربها ناظره"** وہ خدا کے ہوئے خدا بھی ان کا ہو گیا' خدا کی محبت غالب آئی' ماسوا کی محبت مغلوب ہوئی' دل سے ماسوا کو نکالا تو ماسوا نے قدموں تلے سر رکھا۔ جب وہ خدا کے ہو گئے تو خدائی ان کی ہو گئی۔ جب محبت کا چاند طلوع ہوا تو صفات کے تارے چمک اٹھے دنیا خدائی نور سے جگمگا اٹھی۔ دنیا والوں نے ان کے آگے سر جھکایا۔ سلطنتیں محکوم اور غلام بن کر قدم چومنے آئیں' خلافت کا تاج سر پر رکھا گیا یہ تھی رسولی تبلیغ یہ تھی قرآنی تبلیغ۔ یعنی یہ تھی خدائی تبلیغ۔

آنحضرت ﷺ یا صحابہؓ سلطنت و خلافت کے طالب نہ ہوئے نہ اس کے پیچھے دیوانہ ہوئے نہ اس کے لئے تقریریں کیں نہ اس کے پیچھے پڑے۔ خدائی نسبت کو بے جگہ نہ ہونے دیا۔ طلب کی راہ کھوٹی نہ کی۔ مگر یہ دکھا دیا کہ اسلام محکومی کا مذہب نہیں مسلمان صرف خدا کا محکوم ہے کسی دوسرے کا محکوم نہیں۔ خلافت تو ایسی کی۔ مگر یہ طالب خلافت نہیں ہوتا۔ اسلام ہی کے صفات سلطانی اور حکمرانی کے صفات ہیں۔ خالص مسلمان ہو جاؤ اسلامی صفات میں رنگ جاؤ تو خلافت تو دست بستہ کھڑی ہے کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ اور جہاد کی تیاری کا نصب العین تو اطاعت قرآن ہی میں داخل ہے مگر عمل صالح' بے خدا کی خالص محبت کے' محال اگر نہیں تو دشوار تر ضرور ہے۔ بغیر حقیقی اسلام کے بغیر خالص ایمان کے بغیر خدا کی مقدس اور منزہ محبت کے۔ **"بغیر یحبهم ویحبونه"** کے جلوہ آرا ہوئے بغیر اسلام و ایمان کا ثبوت دیئے اور بغیر مالی و جانی قربانی کے اتقا کی بے پناہ خدائی قوت نہیں آسکتی اور جہاد کا میدان کارزار جیتا نہیں جا سکتا۔ اور جب تک یہ نہ ہو غلامی کا طوق و سلاسل نہیں دور ہو سکتا اور محکومی کی پھانس نہیں کاٹی جا سکتی۔ اے بھائیو! ہوا و ہوس' چکنی چپڑی باتوں' دلائل و براہین' اور آرزو و تمنا سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا **"ام للانسان ماتمنی"** کیا انسان جو آرزو تمنا کرے اسے مل جائے گا۔ حاشا نہیں۔ عمل درکار ہے عمل۔ خون درکار ہے رگ جاں کا خون' جوش درکار ہے جو خدائی ہو اور عرش سے اترا ہو' ولولہ درکار ہے جو عرش تک رسا ہو۔ جب حقیقی مسلمان' خدا کے خالص مومن ہو کر قرآن کا حبل اللہ مضبوط دھرے رہو گے۔ جب **"فاستمسک بالذی اوحی الیٰ"**۔ کا مظہر ہو گے' تو تم ربانیین یعنی **"اولئک حزب الله"** کے گروہ میں داخل ہو جاؤ گے **"وان جندنا لهم الغلبون"** کا خدائی جھنڈا تم کو عنایت کیا جائے گا **"وعد الله لا یخلف الله المیعاد"**۔

اے بھائیو! پھر سے قرآن پڑھو۔ تم نے قرآن نہیں پڑھا **"یاایها الذین امنوا آمنوا بالله و رسوله والکتاب الذی نزل علی رسوله"** تم نام کے مسلمان ہو

کام کے نہیں۔ تمہارا ایمان منہ بولا افواہی ایمان ہے، شرک فی الصفات، شرک فی الشریعت، شرک فی الحکم، شرک فی العبادات سے بھرا ہوا، کوڑی کام کا نہیں، نہ نجات دنیا کے کام کا، نہ نجات آخرت کے کام کا۔

اٹھو اٹھو۔ اللہ اللہ کا نعرہ بلند کرو، اللہ کے نور سے منور ہو جاؤ، قرآن اللہ کا نور اللہ کا کلام ہے، اس کو سینہ میں رکھو، دل کی آنکھ سے پڑھو، اس میں عقل و تدبر سے غور و فکر کرو، سوچو، سمجھو اور میدان عمل میں تیز گام ہو جاؤ۔ متعمل ہو کر اس کی تبلیغ قول و فعل سے شہروں میں، دیہاتوں میں "انفرادا" بھی اور عام جلسوں میں بھی شہر بہ شہر دنیا کے ہر گوشہ میں جس طرح خود رسول ﷺ نے کیا تھا ان کی اتباع میں تم بھی کرو۔ تاکہ اللہ کا نور سارے عالم میں پھیل جائے کہ "**اشرقت الارض بنور ربہا**" اور کفر و نفاق کی ظلمت کافور ہو کہ "**زھق الباطل**" تاکہ خدا کے جمال و جلال کی سیاست کعبہ دل کے بتوں کو توڑتی ہوئی تخت کبریائی پر جلوہ فرما نظر آئے۔

قرآنی تبلیغ کے لئے قرآن میں خدا نے آیات دیدی ہیں۔ نشانیاں بتا دی ہیں کہ ان نشانیوں سے اس تک پہنچو۔ جس کی نشانیاں آسمان میں ہیں، زمین میں ہیں، سورج اور چاند سیارے اور ثوابت میں ہیں۔ پہاڑ اور جنگل آبادی اور ویرانوں میں ہیں، بارش اور اس کی ودیعتوں میں ہیں، مٹی میں ہوا میں۔ آگ میں، پانی میں۔ بڑے سے بڑے پہاڑوں بڑے بڑے تناور درختوں اور چھوٹے سے چھوٹے ذروں میں ہیں۔ ہر چیز کے فنا و بقاء اور موت و حیات میں بلکہ خود تم میں تمہارے جسم تمہاری روح میں تمہارے حرکات و سکنات میں ہیں۔ خدا کی نشانیوں سے زمین و آسمان بھرا پڑا ہے۔ سچ کہو کہ تم نے کبھی ان نشانیوں پر غور و فکر کیا ہے کہ یہ کس کی نشانی ہے کس لئے ہے اور کہاں تک اس کی کشش رسا ہے۔ خدا کو تو دیکھ نہیں سکتے جس طرح اپنی روح اور جان کو نہیں دیکھ سکتے مگر جس طرح کی نشانیاں دیکھ کر کہہ اٹھتے ہو کہ ہم زندہ ہیں ہم میں روح موجود ہے اسی طرح خدا کی نشانیوں سے تم کو خدا کے وجود کا اس کے صفات کا اس کے کارناموں کا پتہ نہیں لگتا اور تمہیں اتنا ایمان بھی حاصل نہیں ہوتا جتنا اپنی زندگی کا ایمان و یقین ہے۔ اس کی محبت اتنی بھی پیدا نہیں ہوتی جتنی اس کی دی ہوئی جان سے ہے۔ جان کے لئے تو جان جوکھوں مصیبتیں جھیلو اور اس سے اس درجہ غافل آہ۔ آہ

اے مسلمانو! اے علماء اے مشائخو! تشخص نفسانیت، نفاق و جاہ طلبی پر لعنت بھیجو۔ ان برائیوں سے تائب ہو جاؤ اور خدا کی طرف رجوع کرو "**الیہ المرجع والمآب**" دیکھو دنیا دوسری ہو رہی ہے، زمانہ بدلنے کو ہے "**فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ**" وہ قوم پیدا ہو چکی ہے، قرآن کا غلغلہ آسمان تک پہنچا ہوا ہے اللہ کا نام بلند ہونے کو ہے۔ تم بھی اپنے نعروں سے اس غلغلہ کو عرش تک پہنچاؤ۔ اور اللہ اللہ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے قرآن مجید کی رسولی تبلیغ شروع کر دو جس کو میں نے ابھی بیان کیا وہ تو عرب تھے جن کی زبان عربی تھی قرآن کو سنا سمجھا عمل کیا مراد کو پہنچے۔ ہم ہندوستانی عرب نہیں۔ دنیا وسیع ہے۔ ہر قوم کو اپنی اپنی زبان اس لئے ضرور اور لازم ہے کہ قرآن کا ترجمہ بلا آمیزش انسانی رایوں کے ہر قوم کی اپنی زبان میں کیا جائے جن کی تبلیغ کو اٹھو۔ رسول ﷺ نے اس زبان میں تبلیغ فرمائی جس زبان کو قوم سمجھتی تھی تم اس کا ترجمہ سناؤ اور زبان کی مجبوری اور وقت کو مٹا دو کہ تبلیغ کا دروازہ بند نہ ہو۔ اس طرح قرآن سناؤ اور سمجھاؤ کہ "**لعلکم تعلمون۔ لعلکم تفقھون۔ لعلکم تعقلون**" کا مقصد پورا ہو تاکہ وہ قرآن میں تدبر

و تفکر کر سکیں اور خدا کی عظمت و جلالت کا نور ان کے دلوں پر چھا جائے کہ وہ عمل کرنے کی ہمت کر سکیں۔ جب طلب کا کوئی قدم اٹھے گا اور عمل بقدر وسعت شروع ہو جائے گا تو "ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت یجعل لهم الرحمن ودا" اس کو مودت و محبت کی کیمیا عطا کی جائے گی۔ یہ محبت استقلال عمل سے پرورش پا کر گردش پیدا کرے گی، صفات بدلنے شروع ہوں گے۔ اس گردش سے روش پیدا ہو گی اور تم صراط مستقیم پر لگ جاؤ گے۔ "ان ربی علی صراط مستقیم" پھر صراط مستقیم پر چلنے سے تم خدا سے ملاقی ہو گے۔

پھر جب تم قرآنی صفات سے متصف ہو جاؤ گے تو شیطان فوج لے کر مقابلہ کو آئے گا۔ دنیا تمہاری دشمن اور مخالف ہو جائے گی اور جہاد کا میدان کارزار گرم ہو جائے گا۔ تم کو جیل جانا ہو گا فاقہ کشی کی مصیبت جھیلنی پڑیگی۔ اس وقت تمہارے مخالف تمہارے اپنے ہو جائیں گے اور تم جماعت در جماعت جہاد کے میدان میں ذوق و شوق اور محبت کی گرما گرمی سے عشق کے ہوائی جہاز پر اڑ کر صبر و توکل کی مشین گنوں سے ایمان کا جھنڈا بلند کئے ہوئے میدان مار لو گے۔ کامیابی کا چتر نصب کیا جائے گا اور خلیفہ اللهی کا تاج فرشتے خدا کی بشارتیں دیتے ہوئے تم کو پہنائیں گے۔ مگر سب کچھ پا کر بھی تمہارا کچھ نہ ہو گا صرف وہی ایک اللہ رہے گا اور وہی سب کچھ۔ جو رنگ خلفاء کا تھا تم نے آنکھ سے نہیں دیکھا کانوں سے سنا تو ہے۔ بس اے بھائیو "لا اله الا الله محمد رسول الله والقرآن کلام الله"۔

FOR ALL PUBLICATIONS
OF
ALLAMA GHULAM AHMED PARWEZ
AND RECORDED LECTURES ON QURAN
PLEASE CONTACT
TOLU-E-ISLAM TRUST

ACCOUNT NO. CURRENT 4107-35
MAIN GULBERG BRANCH
HABIB BANK LIMITED LAHORE

PHONE : 5714546, 5764484, 5753666
FAX : 092 - 42 - 5764484
EMAIL : tluislam@brain.net.pk
INTERNET : http://www.toluislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقد و نظر

مخزن ہومیو پیتھی کے عنوان کے تحت مندرجہ ذیل پانچ کتابوں کا سیٹ تبصرے کے لئے موصول ہوا۔

-1	تحقیقی مضامین	قیمت 55 روپے
-2	اسلام اور صحت۔ حصہ اول و دوم	قیمت 65 + 65 روپے
-3	ڈیزیز اینڈ میڈیسن۔ حصہ اول و دوم	قیمت 65 + 65 روپے

مصنف۔ ڈاکٹر آر اے امتیاز و ڈاکٹر گلزار احمد

پانچوں کتابیں ہومیو پیتھی سے متعلق ہیں اور راقم ہومیو پیتھی کے متعلق اتنا ہی جانتا ہے کہ یہ واحد طریقہ علاج ہے جس میں مرکب ادویات کی گنجائش نہیں۔ ڈاکٹر گلزار صاحب کی بھی یہی رائے ہے لیکن کتب کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان میں ہومیو پیتھک ٹوٹکے بھی ہیں اور ادبی چٹکلے بھی' پند و نصائح بھی ہیں اور تبشیر و تنذیر بھی۔ کہیں عظمت کردار کے تذکرے اور کہیں پستی و ذلت کا بیان۔ ساری کی ساری کتب جنہیں کتابچے کہنا زیادہ مناسب ہو گا' مندرجات کے اعتبار سے "مرکبات" کے زمرے میں آتی ہیں جو بقول ڈاکٹر صاحب ہومیو پیتھک تھیوری کے خلاف ہے۔ ٹوٹکوں کے متلاشیوں کے لئے کتب بہرحال اچھی ہیں۔ ساری کتب ڈاکٹر امتیاز ویلفیئر میڈیکل سنٹر 259 حسان بلاک' نشتر کالونی لاہور سے دستیاب ہیں۔

تقریبات یوم دفاع

بزم 215/EB اور بزم بوریوالا نے یوم دفاع کے موقع پر مین روڈ سے میجر طفیل شہید کی یادگار تک بینرز آویزاں کیے اور حاضرین میں پمفلٹ تقسیم کئے۔

شہدائے ملت کے ساتھ وابستگان فکر قرآنی کی عقیدت کو شدت سے محسوس کیا گیا۔

ختم نبوت فنڈ

نمبر شمار	نام	رقم
-1	محترم طاہر حمید صاحب (لاہور)	=/24 روپے
-2	محترم ملک خالد یعقوب (لاہور)	=/1,000 روپے
-3	محترم عجب خاں (سعودی عرب)	=/1,500 روپے
-4	محترم ڈاکٹر محمد اقبال عامر صاحب (مامون کانجن)	=/100 روپے
-5	محترم فیض رسول صاحب (مامون کانجن)	=/100 روپے

وہ کتاب جس کا پہلا ایڈیشن مدت سے نایاب تھا

مذاہبِ عالم کی آسمانی کتابیں

یعنی

تورات — انجیل — وید — رامائن — مہابھارت — بدھ مت

جین مت — مجوسیت — طاؤازم اور شنٹوازم

کس طرح مرتب ہوئیں، کن کن مراحل سے گزریں اور آج ان کی کیا حالت ہے۔ آخر میں بتایا گیا ہے کہ

قرآنِ کریم

کس طرح مرتب ہوا، اور کیسے محفوظ چلا آرہا ہے!

مذاہبِ عالم کے تقابلی مطالعے کے لیے بیش بہا معلومات کا ذخیرہ ہے اور مفکرِ قرآن کے وسعتِ مطالعہ کا آئینہ

☆ قیمت: اعلیٰ ایڈیشن =/Rs. 120 قیمت: سٹوڈنٹ ایڈیشن =/Rs. 60 ☆

مینجر طلوع اسلام ٹرسٹ

Please arrange to define Sunnah as only those Acts and Deeds attributed to the Holy Prophet which do not contradict Quran or other proven scientific facts (6:15).

(16:89) means 16th Soora, Verse 89

2. The Muslim members in the National Assembly should be the only body that can promulgate the Laws of the country (3:28) and not the *Molvies* or *Peers* or the so called *Aalims* regardless of how pious they may be in the eyes of their sect or group. They do not have the mandate of the people of Pakistan, only the elected members of the National Assembly have (4:59).

3. The Quran presents *DEEN*, which is a system of Government (12:76). Therefore for a Muslim, there is no distinction between Public and Personal Laws. Secular nations have Public and Personal Laws and we are not secular. Therefore, all laws made by the NA, should be equally applicable to all Muslims. This should include all laws that effect any Pakistani Muslim from the time he/she is born to the time he/she dies including all personal and public affairs. The human life should not be broken down into segments. This is the only way to eliminate sectarianism in Pakistan and you know that Sectarianism is *Shirk* (30:31-32).

4. In Islam, there is no concept of clergy and religious hierarchy. The *Molvies* and *Peers* and the so called self made religious scholars of all sects should be forbidden to issue *Fatwa* on any subject (9:31). The Supreme Court of Pakistan should be the only body whose decision will be binding on all Pakistanis. Individual *Fatwas* from various sects create confusion and anarchy and *fitna* in the country and as such should not be allowed.

I do hope and pray for success of this enormous task. If foundation is well set, the monument will be stable and last forever. May Allah be with you. We will support you in this program all the way !

Allah Hafiz.

Best regards and long live PAKISTAN !

Email – Sep 6, 1998

QURAN AND SUNNAH

APPEAL TO THE PRIME MINISTER OF PAKISTAN

FROM

MR. UBED-UR-RAHMAN ARAIN

REPRESENTATIVE BAZM-E-TOLU-E-ISLAM KUWAIT

H.E. Mian Mohammed Nawaz Sharif
Prime Minister of Pakistan
Islamabad

Your Excellency,

Assalam A'laikum!

We are extremely pleased that you have taken upon yourself to make the Holy Quran and Sunnah of our beloved Prophet Mohammed (SAW) as the Supreme Law in Pakistan.

We congratulate you and greatly appreciate the bold step you have taken and pray to Allah Almighty that you will be successful in your endeavour.- *Ameen.*

However I would like to draw your attention to some aspects of this issue which you must take care of to avoid the pitfalls created by the various selfish groups who would hinder its implementation. I clearly recall that some of these fears were mentioned in an open public session by our late President *Zia ul Haq* (Allah may rest his soul in peace) when he visited Kuwait in the mid 80's.

1. The Quran is clear and complete (16:89)* guide for all matters and is available to us in the form of a Book (2:2). However, we will have difficulty in defining Sunnah since Sunnah of each Sect is different ? Therefore, anything which conflicts with Quran must not be used in the lawmaking process (5:51).

**(16:89) means 16th Soora, Verse 89*

Nabi BEFORE Rasoolullah (S). Therefore, in the Holy words of Allah *Subhaanahoo Ta'aala*, he also died. Only the Mullahs have kept Jesus alive.

AND NOW THE FINAL NAIL IN THE COFFIN OF THOSE WHO INSIST THAT JESUS HAD NO FATHER

أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُۥ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُۥ صَٰحِبَةٌ

"How could HE (GOD) have a son when HE has no consort (Wife). (6:102).

COMMENT

Allah Subhaanahoo Wa,Ta'aala has established a FIXED BIOLOGICAL LAW 30/30 that NO child can be born without the union of a FATHER and a MOTHER. And Allah (T) does NOT (Repeat NOT) change HIS laws capriciously-- as the Quran emphasizes in many places. NOW, Allah is ALL-POWERFUL. HE is *QADIRE-MUTLAQ*, THAT IS, HE can do anything HE wishes. But HE does NOT break the laws HE has established.

Thus even an ALL-POWERFUL CREATOR of the entire Universe cannot produce a child unless He had a Wife:

SO! When the DIVINE BEING HIMSELF cannot produce a child WITHOUT A WOMAN, THEN HOW CAN A WOMAN (*Bibi Maryam)* produce a child (Jesus) WITHOUT A MAN??

Furthermore it is absolutely imperative and NECESSARY that a miracle MUST BE WITNESSED WITH THE EYES. If so called miracle is related to us by people who had not seen it, how can we, as rational people ever believe in what we hear"? The old proverb, "Seeing is believing, and hearing is deceiving" holds good for all time.

Thus : WHO IN Heaven's name, "SAW" that *Bibi Maryam* conceived a child..... WITHOUT A FATHER?

<<<<<<xxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxx>>>>>>>>>>

<u>ADDING</u> to or <u>INTERPOLATION</u>......Exactly as the Christians had done with the Bible-so much so, the GOD'S words in the Bible became hardly distinguishable from man's word.

JESUS HAD A FATHER

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمَاعِيلَ
وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ آبَائِهِمْ
وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ
﴿٨٧﴾

"And *Zikriyya* and John and Jesus and Elias- all in the rank of the righteous. And *Ismail* and Elisha and Jonas and Lut, and to all WE gave favour above the nations. To them and THEIR FATHERS, and their <u>Progeny</u> (children) and brethern: We guide them to a straight WAY." (66:87).

COMMENT

If Jesus did not have a father and was born miraculously without the agency of a father, then Allah (T) would not have included Jesus's name among all the prophets as having fathers and children. Remember that <u>*ZURRIYYAT*</u> (children) Progeny is mentioned by Allah in chapter 13 verse 38, and also in chapter 6 verse 87, thus <u>EMPHASIZING</u> and <u>CONFIRMING</u> the <u>FACT</u> that Jesus most certainly had children, and also that he had a <u>father.</u>

<u>NO MORTAL (INSAAN) HAS BEEN GIVEN EVERLASTING LIFE ON EARTH</u>.

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴿٣٤﴾

COMMENT

Wherever the word "<u>*QABLIKA*</u>" Is used by Allah (T). It is used when addressing the NABI (S).... that BEFORE you (O Prophet)). Thus *QABLIKA* means BEFORE the coming of Rasoolullah (S) as a Prophet. All Prophets BEFORE our *Rasool* (S), all the peoples and nations BEFORE the advent of Prophet Mohammad (S) had died. Jesus was a

DEATH OF JESUS

By

A.S.K. JOOMMAL

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ

"And Mohammad (S) is but a messenger. Indeed all prophets BEFORE him have passed away." (3:143).

COMMENT

This Quranic verse totally demolished the contention of those who maintain that Jesus is alive in the heaven and is coming back towards the end of this world. Those who believe in this, are actually denying the Truth as *Allah Ta'aala* has stated in the Quran. And if you deny what Allah says, then you have committed *KUFR*, and have gone out of the pale of Islam.

JESUS HAD WIFE AND CHILDREN.

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً

"And certainly We sent BEFORE THEE (O Mohammad) Messengers, and appointed for them wives and children." (13:38).

COMMENT

***Allah Ta'aala* tell *Rasoolullah* (S) that HE had sent prophets to mankind BEFORE him *(Rasoolullah)*, and that every prophet had a wife and children. This includes Jesus too. If Jesus was not married and if he was the exception, then Allah (T) would have clearly and unambiguously stated in the Quran that Illa Elsa (Except Jesus). But the Almighty made NO such exception in the case of Jesus. Those who believe that Jesus will come back to earth in the latter days and get married are stating Non-Existent things that are not in the Quran. And in doing so, they are committing a great sin: This sin is called "TEHREEF" that is,**

سیفٹی سیلرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

بنیاد سے چھت تک مکمل حفاظت

کم خرچ اور دیرپا نسخے

ہمارے 38 سالہ تجربہ سے فائدہ اٹھائیے۔

پیش خدمت ہیں

1- جیو ٹائڈ ڈیمپ کورس بمعہ پرما سیل کوٹنگ برٹش سٹینڈرڈ BS 6398 :

9 اور 13 انچ کی پٹیاں بنیادی دیواروں میں بچھا دی جاتی ہیں جس سے عمارت تاعمر نمی اور سیلن سے محفوظ رہتی ہے۔

2- سیف سیل ڈیمپ وال کوٹنگ :

بیرونی دیواروں کو نم سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس میں کالا تیل وغیرہ کی ملاوٹ نہیں ہے، گرم اور ٹھنڈے دونوں گریڈوں میں دستیاب ہے۔

3- بچومن کمپاؤنڈ اور سیف سیل روفنگ فیلٹ :

یہ برٹش اور امریکن سٹینڈرڈ کے مطابق ہے۔ ہم گارنٹی کے ساتھ چھتوں کی واٹر پروفنگ کرتے ہیں۔

4- سیلو کریٹ واٹر پروفنگ پاؤڈر :

فرشوں اور پانی کی ٹینکیوں کیلئے ہماری سروسز پر کم خرچ بالا نشین والا محاورہ صادق آتا ہے۔

چھوٹے بڑے شہروں میں ایجنسیاں دستیاب ہیں۔

ہارڈ ویئر اور پینٹ ڈیلرز رجوع کریں۔

جان محمد آرکیڈ - 93 فیروز پور روڈ، اچھرہ، لاہور

فون : 417254-7552803 فیکس : 092-42-7573615

FOUNDED IN 1938 AT THE BEHEST OF ALLAMA IQBAL ® AND QUAID- E-AZAM

R L NO.CPL-22
VOLUME : 51
ISSUE 10

Monthly
Tolu-e-Islam

AMBER —The most versatile range of single and three phase capacitors in world class quality—quality that combines Italian and Japanese technology—technology that takes the form of strict QC and performance testing at every stage of production. Manufactured to international standards and specifications.

Our range of products include:

- Motor Start-Run Capacitors
- Fluorescent Lamp Capacitors
- Power Factor Improvement Capacitors

AMBER ® CAPACITORS The national name for international qualit

We also manufacture to your specifications,

AMBER CAPACITORS LIMITED

Climax House, 16-Link McLeod Road, P.O. Box 468, Lahore-Pakistan
Phone: +92 42 722 5865 & 722 6975 Fax: +92 42 723 2807 & 586 6617 Tlx: 44335 AMBER PK